ایک تھی جپسی

پروسپر میریمی

ترجمہ

اورنگ زیب قاسمی

ایک تھی جپسی

پروسپر میریمی

ترجمہ: اورنگ زیب قاسمی

ڈاکٹر قمر جہاں صاحبہ کے نام

پہلے کچھ بیان اپنا

ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے۔ ایک زبان سے الفاظ دوسری زبان میں منتقل کرنے میں زیادہ مشقت نہیں کرنی پڑتی لیکن الفاظ کے جسم کے ساتھ ان کی روح کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ فرانسیسی مصنف پروسپر میریمی کا ایک چھوٹا سا ناول، جسے Novella یا ناولٹ بھی کہہ سکتے ہیں، زیر مطالعہ رہا۔ اس مختصر سی کہانی میں جپسی نفسیات کی جیسے عکاسی کی گئی ہے اور مصنف نے کردار نگاری میں جس کمال مہارت کا اظہار کیا ہے، اس سے میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر اس کہانی کو اردو روپ دینے کا فیصلہ کیا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ Carmen کا ترجمہ ۱۹۳۰ میں سراج الدین احمد نظامی نے اردو میں ترجمہ کر رکھا ہے۔ اس کا ترجمہ تلاش کیا اور اصل ٹیکسٹ سے تقابل کیا تو معلوم ہوا کہ نظامی صاحب نے ترجمہ میں اپنی زبان دانی کا کمال دکھایا ہے لیکن کئی مقامات پر پورے پورے پیراگراف چھوڑ دیے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر وہ اصل مفہوم ادا کرنے میں بھی ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ یوں مجھے یہ کہانی نامکمل سی لگی اور میں نے اس کے از سر نو ترجمہ کا فیصلہ کیا۔

فرانسیسی زبان سے جو تھوڑی بہت واقفیت تھی وہ اس سلسلے میں کام آئی۔ میں نے براہِ راست ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آن لائن ٹرانسلیشن سروسز اور ڈکشنریوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور آخر میں اپنے ترجمہ کا لیڈی میری لائڈ کے انگریزی ترجمہ سے موازنہ کر کے حسب

ضرورت عبارت کا ''حلیہ'' درست کر کے مشاطگی کا فریضہ بھی ادا کیا ہے۔

ہمیشہ کی طرح زارا، فریال، ایشال اور موسیٰ کا مقروض ہوں کہ ان کے حصے کا وقت اس کتاب کی نذر کیا۔ داجی، بے بے اور بہن بھائیوں کی دعاوں کے طفیل مجھے زندگی کے ہر مرحلہ پر کامیابیاں ملی ہیں، خدا انہیں سلامت رکھے۔ پاکستان سے سٹی بک پوائنٹ کراچی اس ناولا کو شائع کر رہا ہے جب کہ ہندوستان میں اس کی اشاعت محترم سلطان چوہدری کے حصہ میں آئی ہے۔

انشاء اللہ مزید تراجم اور خالص ادبی کتب آپ تک پہنچانے کے لیے کوشاں رہوں گا اور امید ہے کہ سٹی بک پوائنٹ کراچی اور ہندوستان میں معصومہ پبلیکیشنز میری تخلیقات بروقت شائع کر کے میری ہمت افزائی کرتے رہیں گے۔ طالب علموں اور دوستوں کے اصرار پر ایک اہم موضوع پر کام تقریباً مکمل کر چکا ہوں اور اس ترجمہ کے بعد ادبی تھیوری اور تنقید سے متعلق ایک اہم کتاب ان دونوں اداروں سے شائع کروانے کا ارداہ ہے۔ امید ہے کہ ادب کے طالب علم اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سب کو سلامت رکھے، آمین۔

اورنگ زیب قاسمی

خان شریف بانڈہ، کاٹلنگ، مردان

یکم فروری ۲۰۲۲ء۔

(پروسپر میریمی)

پروسپر میریمی ۲۸ ستمبر ۱۸۰۳ء کو فرانس کے شہر پیرس میں پیدا ہوا۔اس کا شمار فرانس کے بڑے کہانی کاروں اور ڈرامہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ جوانی میں مختلف زبانوں اور ادب کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۲۲ء میں صرف انیس سال کی عمر میں اپنا پہلا ڈرامہ کروم وِل لکھا۔ اسے تصوف، تاریخ اور پراسرار چیزوں سے دلچسپی تھی۔ وہ روسی ادیب پشکن سے بہت متاثر تھا اوران کی اکثر کہانیوں میں پشکن کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس کا تعلق رومانوی تحریک کے زمانے سے تھا۔اس کی لکھی ہوئی مختصر کہانیوں نے انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں رومانیت سے معروضیت کی سمت قدم بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کا عالم شباب دوسرے فرانسیسی رومانوی ادیبوں کے ساتھ گزرا جن کی کچھ صفات اس کے کردار کا حصہ بنیں۔تاہم وہ ان کی طرح جذبات کی رو میں بہنے والا نہ تھا۔اس نے اپنے جذبات پر طنزیہ معروضیت کا پردہ ڈالا۔ جزبات پر قابو اور معروضیت بعد میں فرانسیسی حقیقیت نگاروں کا اصل مقصد بنا۔ابتدا میں اس نے کچھ ترجمے کیے۔ ۱۸۲۹ء میں ایک تاریخی ناول chronique du regne de charles 1X نے اس کے نام سے لوگوں کو روشناس کیا۔

۱۸۳۱ء میں اسے تاریخی یادگاروں کا انسپکٹر جنرل بنایا گیا۔ اس نے کئی تاریخی آثار کو تباہی سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس نے فرانس، جنوبی یورپ اور مشرق میں خوب سیر وسیاحت کی۔

Colomba ،Mateo Falcon اور Carmen ایسی تخلیقات ہیں جن کی وجہ سے اس کا نام زندہ رہے گا۔ ان کہانیوں کا تعلق سپین سے ہے جن میں قدیم اور اصل ہیجانات کی عکاسی کی گئی ہے۔ ان کہانیوں میں اس کا اسلوب نہایت واضح اور جامع صورت میں سامنے آتا ہے۔ ہر کہانی میں اس نے ہیئت کا ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ مصنف خود کہانی سے لاتعلق رہتا ہے اور تجرید پر تجسیم کو فوقیت دیتا ہے۔ ۱۸۴۸ء میں اس نے لکھنے کو خیر باد کہہ دیا۔ فرانس میں روسی ادب کی سرپرستی کرنے والوں میں وہ سرفہرست تھا۔ ان کا انتقال ۱۸۷۰ء میں ہوا۔

اس کے ناوِلا کارمن کو بہت شہرت ملی۔ ناولا ایک چھوٹا ناول یا طویل افسانہ ہوتا ہے۔ یہ حسد و رقابت اور بے وفائی کی کہانی ہے۔ یہ ناولٹ ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا تھا۔ پہلے یہ کہانی La Revue des Deux Mondes میں سلسلہ وار چھپی۔ دو سال بعد یہ کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ ابتدا میں اسے مقبولیت نہ ملی اور اس پر فحش ہونے کے الزامات بھی لگنے لگے۔

کارمن ابے پریوسٹ کی کہانی Manon Lescaut سے ماخوذ ہے۔ یہ کہانی کے اندر کہانی ہے۔ اس میں موجود جپسیوں کے بارے میں زیادہ تر معلومات جارج برو کے کاموں سے اخذ شدہ ہیں۔

کہانی میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح راوی ایک راہزن اور لٹیرے ڈان جوزے کا دوست بن جاتا ہے۔ پھر راوی ایک خطرناک جپسی لڑکی کارمن کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ کارمن ایک جوالہ مکھی ہے، ایک برقِ بے تاب ہے، ایک بے چین اور بے قرار روح ہے۔ سب اس کے ہیں لیکن وہ کسی کی نہیں۔ سب اس کی زلفوں کے اسیر بننا چاہتے ہیں لیکن وہ آزاد رہنے کے لیے جان کی بازی لگا دیتی ہے۔ وہ ایک حسین شیطان ہے، ایک فتنہ ہے، ایک آگ ہے جو دلوں اور جذبات کو بھسم کر لیتی ہے۔ اس سے پہلے کہ راوی کارمن کا نشانہ بنے، ڈان جوزے اسے بچانے آجاتا ہے۔ وہ کارمن کو قتل کر کے خود کو پولیس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اور اسے سزائے موت سنا دی جاتی ہے۔ مرنے سے پہلے وہ اپنی کہانی بیان کرتا ہے اور یہی سے کارمن کی اصل کہانی شروع ہوتی ہے۔ ابتدا میں ناولٹ تین ابواب پر مشتمل تھا تاہم بعد میں میریمی نے ایک اور باب کا اضافہ کیا۔ اس باب کا کہانی کے واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں جپسیوں کے بارے میں بنیادی معلومات دی گئی ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر جارجیس بیزٹ نے دنیا کا مشہور ترین اوپیرا کارمن پیش کیا۔ اس کہانی پر تقریباً ۵۰ فلمیں بنیں۔

باب اول

میں ہمیشہ سے جغرافیہ دانوں کے اس دعویٰ کو مشکوک اور من گھڑت سمجھتا رہا کہ منڈا کا میدانِ جنگ بستولی پوانی علاقہ میں ماربیلا سے چند میل کی دوری پر مونڈا جدید کے قریب واقع ہے۔ بیلم ہسپانینز کے نامعلوم مصنف کی تحریر سے متعلق میرے اپنے مفروضات اور اوسونا کے نواب کے بہترین کتب خانے سے حاصل کردہ معلومات سے مجھے یقین ہوا کہ یہ یادگار مقام دراصل مونٹیلا کے آس پاس اس مقام پر واقع ہے جہاں سیزر نے سلطنتِ روما کو ناک رگڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ۱۸۳۰ء کے موسم خزاں کے اوائل میں جب میں اندلیسیہ کی سیر و سیاحت میں مشغول تھا تو اس دوران میں نے کافی وقت اس گتھی کو سلجھانے اور اپنے شکوک رفع کرنے میں صرف کیا۔ میں اس موضوع پر عنقریب جو رسالہ شائع کرنے جا رہا ہوں، امید ہے کہ اس کی اشاعت کے بعد کسی دیانت دار ماہرِ آثار قدیمہ کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا۔ مگر اس علمی مقالہ کو احاطہ تحریر میں لانے سے قبل اور اس متنازعہ فیہ عقدے کے حل سے پہلے جس نے یورپ کے جملہ علمی حلقوں کو شش و پنج میں ڈال

رکھا ہے، میں ایک چھوٹی سی کہانی تحریر کرتا ہوں۔امید رکھتا ہوں کہ اس کی اشاعت سے منڈا کے محلِ وقوع کے بارے میں کوئی نیا شک بالکل پیدا نہیں ہوگا۔

قرطبہ پہنچتے ہی میں نے کرائے پر دو گھوڑوں اور ایک رہبر کا انتظام کیا۔روانگی کے وقت حواشیِ سیزر اور چند پوشاکوں کے علاوہ میرے پاس کوئی اور سامان نہیں تھا۔دوپہر کے وقت جب آفتاب عین نصف النہار پر تھا اور اسکی جھلسا دینے والی تپش میں پیاس کی شدت سے میں بدحال تھا اس وقت میں کاچینا کی سرزمین کے مرتفع علاقے میں گھوم رہا تھا اور سیزر وفرزندانِ پومپی کو کوس رہا تھا کہ اچانک مجھے اپنے رستے سے کچھ فاصلے پر ایک سرسبز قطعہ دکھائی دیا جس میں جگہ جگہ سرکنڈے اور چھوٹی جھاڑیاں اگی تھیں۔انھیں دیکھ کر لگتا تھا کہ یہاں آس پاس پانی کا کوئی چشمہ ضرور ہوگا۔پاس پہنچنے پر پتہ چلا کہ یہ تو دلدل ہے جس میں چھوٹے چھوٹے پودے اگے ہیں اور سیرے دی کابرا کی دو بلند پہاڑیوں کے درمیان سے نکلنے والی ایک چھوٹی سی ندی اس میں گرتی ہے۔میں نے سوچا کہ اگر میں ندی کے رخ تھوڑا اور آگے بڑھوں تو ضرور مجھے تازہ پانی، چند جونکیں اور مینڈک اور شاید چٹانوں کے درمیان کوئی سایہ دار جگہ مل جائے گی۔درے میں داخل ہوتے ہی میرا گھوڑا ہنہنایا اور ایک دوسرے گھوڑے نے۔۔۔جو مجھے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔اس کا جواب دیا۔میں بمشکل سو قدم بڑھا ہوں گا کہ یکایک درہ کشادہ ہوگیا اور مجھے ایک چھوٹا سا گول میدان دکھائی دیا جس میں ان بلند پہاڑوں کا سایہ پڑتا تھا جو اس کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ایک مسافر کو ٹھہرنے کے لیے اس سے بہتر فرحت بخش جگہ نہیں مل

سکتی۔عمودی چٹانوں کے دامن میں چشمے کا زور سے بہتا ہوا پانی بلبلیں بناتا ہوا ایک ایسے چھوٹے سے تالاب میں گرتا تھا جس کی تہہ میں موجود ریت برف جیسی سفید تھی۔اس کے منبع کے پاس شاہ بلوط کے پانچ چھ سرسبز درخت ایستادہ تھے جو تیز آندھی سے محفوظ تھے اور اس چشمے کے پانی سے سیراب ہوتے تھے اور اس پر سایہ کیے ہوئے تھے۔یہ تصویر نامکمل رہے گی اگر جھیل کے گرد بچھے ہوئے سبزے کے اس مخملی فرش کا ذکر نہ کیا جائے جو قرب وجوار میں موجود پرانی سرایوں کے بستروں سے کہیں زیادہ آرام دہ تھا۔ تاہم اس خوبصورت گوشۂ تنہائی کی دریافت کا اعزاز صرف مجھے ہی حاصل نہیں تھا بلکہ ایک دوسرا شخص پہلے ہی سے گھاس پر دراز تھا اور یقینی طور پر اس جگہ میرے داخل ہونے کے وقت وہ سو رہا تھا۔گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی اور اٹھ کر وہ سیدھا اپنے گھوڑے کے پاس گیا جس نے اپنے مالک کی نیند کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اردگرد کی باافراط گھاس سے خوب پیٹ بھر لیا تھا۔وہ میانہ قد کا جوان تھا لیکن اس کا جسم کافی مضبوط تھا۔اس کے چہرے سے بیک وقت فسردگی اور تمکنت ٹپک رہی تھی۔اس کی رنگت جو شاید کبھی اچھی رہی ہو اب سورج کی دھوپ سے اس کے بالوں سے کہیں زیادہ کالی ہو گئی تھی۔ایک ہاتھ میں اس نے گھوڑے کی لگام پکڑی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ میں پیتل سے بنا ہوا طپنچہ تھا۔میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ پہلے پہل طپنچہ اور اسے پکڑنے والے کی تند شکل دیکھ کر میں سٹپٹا گیا لیکن میں نے لٹیروں کی موجودگی پر یقین کرنا چھوڑ دیا تھا کیونکہ میں نے ان سے متعلق کئی قصے سن رکھے تھے لیکن ابھی تک ان سے سابقہ نہیں پڑا

تھا۔مزید یہ کہ میں نے بہت سے ایسے معزز مزارعوں کو دیکھا تھا جو سر سے پاوں تک مسلح ہو کر منڈی کی طرف جاتے تھے، اس لیے صرف آتشیں اسلحہ کو دیکھ کر اس اجنبی کے اچھے کردار پر شک کرنے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔اور دوسرے میں نے یہ بھی خیال کیا کہ میری پوشاک اور حواشی سیزر کی جلد لے کر وہ ان کا کیا کرے گا۔میں نے سر کو تھوڑی سی جنبش دیتے ہوئے طپنچہ بردار کو سلام کیا اور مسکراتے ہوئے دریافت کیا کہ آیا میں اس کے آرام میں مخل تو نہیں ہوا۔جواب دینے کی بجائے اس نے سر سے پاوں تک میرا جائزہ لیا اور پھر اپنے مشاہدے سے مطمئن سا ہو کر اس نے ایسی ہی اک نگاہ نزدیک آنے والے میرے رہبر پر بھی ڈالی۔میں نے دیکھا کہ (میرے رہبر) کا رنگ اڑ گیا اور دہشت زدہ سا ہو کر وہ ٹھہر گیا۔ پہلا خیال جو میرے دماغ میں آیا وہ یہ تھا کہ شاید ہمارا آمنا سامنا کسی رہزن سے ہوا ہے۔لیکن فوراً عقل نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ہرگز کسی اضطراب کا مظاہرہ نہ کروں۔میں گھوڑے سے نیچے اترا اور رہبر کو گھوڑوں سے زین اتارنے کا کہا اور خود چشمہ کے کنارے جھک کر سر اور ہاتھ اس میں ڈبو دیے۔پھر گیڈن کے برے سپاہی کی طرح پیٹ کے بل لیٹ کر جی بھر کر پانی پیا۔
اس دوران میں نے رہبر اور اجنبی کو اپنی نگاہ میں رکھا۔اول الذکر ہچکچاتے ہوئے قدم بڑھا رہا تھا جبکہ موخر الذکر کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ وہ ہمارے لیے برے عزائم نہیں رکھتا کیونکہ اس نے اپنے گھوڑے کی لگام دوبارہ ڈھیلی چھوڑ دی تھی اور اس کا طپنچہ جو پہلے چلنے کے لیے تیار تھا اب اس کی نال کا رخ زمین کی جانب تھا۔

اس نے میری عزت افزائی نہیں کی لیکن میں نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور گھاس پر لیٹ کر بڑے اطمینان سے طپنچہ بردار آدمی سے دیا سلائی مانگی۔ساتھ ہی ساتھ میں نے سگریٹ کی ڈبیہ نکالی۔اجنبی نے جواب دینے کی بجائے جیب کوٹٹولا، دیا سلائی نکالی اور پھر اسے جلدی سے میرے لیے روشن کیا۔صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ نرم پڑ رہا ہے کیونکہ وہ بالکل میرے مقابل بیٹھ گیا اگرچہ ہتھیار اب بھی اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔اپنا سگار جلانے کے بعد میں نے باقی سگاروں میں سب سے بہترین سگار کو اٹھاتے ہوئے پوچھا کہ کیا اسے سگار پینا پسند ہے۔

''جی جناب'' یہ اس کے منہ سے نکلنے والے پہلے الفاظ تھے اور مجھے لگا کہ اس نے s کا تلفظ اہلِ اندلیسیہ کی طرح ادا نہیں کیا۔اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ بھی میری طرح ایک مسافر تھا لیکن میرے برعکس اسے آثار قدیمہ سے اتنی دلچسپی نہیں تھی۔''شاید آپ اسے پسند فرمائیں گے'' میں نے اسے ایک اعلیٰ درجے کا ہوانا سگار پیش کرتے ہوئے کہا۔اس نے سر کو تھوڑی سی جنبش دی، میرے سگار سے اپنا سگار جلایا، دوبارہ سر کے جنبش سے میرا شکریہ ادا کیا اور پھر بڑے اطمینان سے کش لگانے لگا۔

پہلا کش لگا کر اس نے منہ اور ناک کے ذریعے دھواں چھوڑتے ہوئے کہا،'' مجھے سگار پیے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔'' جس طرح مشرق میں کسی اجنبی کے ساتھ مل کر روٹی اور نمک کھانے سے دوستی اور وفاداری کا تعلق بن جاتا ہے اسی طرح ہسپانیہ میں سگار کی پیشکش اور قبولیت سے مہمان نوازی کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔وہ آدمی میرے اندازے سے کہیں

زیادہ باتونی نکلا۔اگرچہ وہ خود کو مونٹیلا کا باشندہ ظاہر کرتا تھا لیکن وہ اس علاقے سے بہت کم واقف معلوم ہوتا تھا۔ہم جس حسین وادی میں ٹھہرے تھے، وہ اس کا نام تک نہیں جانتا تھا۔وہ قرب و جوار کے کسی گاوں کے نام سے واقف نہیں تھا۔مزید یہ کہ میرے اس سوال کے جواب میں کہ کیا اس نے اس علاقے میں چند مسمار شدہ دیواریں، وسیع کناروں والی بڑی اینٹیں اور منقش پتھر دیکھے ہیں، اس نے یہ اقرار کیا کہ اس نے کبھی ایسی چیزوں پر توجہ نہیں دی تھی۔دوسری طرف اس نے خود کو گھوڑوں کا ماہر ثابت کیا۔اس نے میرے گھوڑے پر نکتہ چینی کی (جو کوئی مشکل کام نہ تھا)، پھر اس نے اپنے گھوڑے کا شجرہ نسب بیان کیا جو قرطبہ کی ایک مشہور و معروف نسل سے تعلق رکھتا تھا، جو واقعی ایک اصیل جانور تھا اور مالک کے بیان کے مطابق وہ کبھی نہیں تھکتا تھا اور ایک دفعہ اس نے پورے نوے میل کا فاصلہ سرپٹ دوڑتے ہوئے طے کیا تھا۔یہ باتیں کرتے ہوئے اجنبی اچانک ششدر سا ہو کر رک گیا کہ گویا ضرورت سے زیادہ کہہ گیا ہے۔

’’مجھے قرطبہ پہنچنے کی بہت جلدی تھی‘‘، اس نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔’’مجھے ایک مقدمے کے سلسلے میں ججوں کو لانا تھا۔‘‘

باتیں کرتے وقت وہ میرے رہبر انتونیو کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے آنکھیں نیچی کر رکھی تھیں۔

چشمے اور درختوں کے سایے نے میرا دل باغ باغ کر دیا اور مجھے عمدہ سوکھے گوشت کے وہ چند ٹکڑے یاد آ گئے جو مونٹیلا میں میرے دوستوں نے میرے رہبر کے تھیلے میں رکھ دیے

تھے۔میں نے اسے (گوشت) لانے کے لیے بھیج دیا اور اجنبی کو اس تفریح میں شریک ہونے کی دعوت دی جس کے لیے پہلے سے کوئی تیاری نہیں کی گئی تھی۔اگر اس نے ایک مدت سے سگار نہیں پیا تھا تو میرے خیال میں اس نے کم از کم اڑتالیس گھنٹوں سے کچھ کھایا بھی نہ تھا۔وہ ایک بھوکے بھیڑیے کی مانند کھانے پر ٹوٹ پڑا۔میں نے سوچا کہ میرا اس سے ملنا اس بیچارے کے حق میں مبارک ثابت ہوا۔

اس دوران میرے رہبر نے بہت کم کھانا کھایا، پانی بھی بہت کم پیا اور باتیں تو بالکل نہیں کیں حالانکہ آغاز سفر سے لے کر اب تک اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔اس مہمان کی موجودگی سے وہ مضطرب دکھائی دے رہا تھا اور ایک خاص قسم کی بے اعتمادی کے شبہ نے انھیں ایک دوسرے سے دور رکھا تھا جس کی صحیح وجہ سمجھنے سے میں قاصر تھا۔

روٹی اور گوشت کے ٹکڑے کھانے کے بعد ہم نے ایک ایک سگار اور پیا اور میں نے اپنے رہبر کو گھوڑوں پر زین کسنے کا حکم دیا اور اپنے نئے دوست کو وداع کہنے ہی والا تھا کہ اس نے دریافت کیا کہ میرا کہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے۔

اپنے رہبر کے اشاروں کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے ہی میں نے جواب دیا کہ میں وینٹا ڈل کوارو جا رہا ہوں۔

’’جناب، یہ جگہ آپ جیسے شخص کی شایانِ شان نہیں۔میں خود بھی وہاں جا رہا ہوں اور اگر آپ مجھے ساتھ جانے کی اجازت دیں تو سفر لطف سے کٹ جائے گا۔‘‘

’’بسر و چشم‘‘، میں نے گھوڑے پر چڑھتے ہوئے جواب دیا۔میرے رہبر نے، جو رکاب

تھامے تھا، ایک بار پھر اشاروں سے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی۔اس کے جواب میں، میں نے اپنے کاندھے اچکا دیے گویا اسے یہ یقین دلا دیا کہ میں بالکل بے خوف ہوں اور یوں ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔

انتونیو کے پراسرار اشاروں،اس کے اضطراب اور اجنبی کی زبان سے پھسلنے والی چند باتوں، خصوصاً نوے میل کے سفر کے واقعے اور پھر اس کی بے معنی تشریح سے میں نے اپنے ہمسفر ساتھی کے متعلق اپنی رائے قائم کرلی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ شخص یا تو سمگلر ہے یا کوئی لٹیرا۔مگر مجھے اس سے کیا! میں ہسپانیہ والوں کے کردار سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ ایسے شخص سے جس نے میرے ساتھ سگار پیا اور کھانا کھایا ہو، مجھے کسی قسم کا خوف نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ کسی مشکل وقت میں اس کی موجودگی حفاظت کی ضامن لگتی تھی۔اس کے علاوہ میں جس بات سے خوش تھا وہ یہ تھی کہ مجھے ایک لٹیرے کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا تھا۔ایسے لوگوں سے تو کوئی روز روز نہیں ملتا۔ایک ایسے خطرناک انسان کی صحبت میں ۔۔۔جو نرم خو اور متین بھی ہو۔۔۔خود کو پا کر یقینی خوشی ملتی ہے۔

مجھے امید تھی کہ آہستہ آہستہ اجنبی کا اعتماد حاصل کرلوں گا اور اپنے رہبر کے اشاروں کو نظر انداز کرتے ہوئے میں نے گفتگو کا رخ رہزنوں کی طرف پھیر دیا۔میں نے بہت ادب کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔اس زمانے میں اندلیسیہ میں جوزے میریا نام کے ایک مشہور رہزن کے قصے زبان زد عام تھے۔''شاید یہ جوزے میریا ہے۔'' میں نے اپنے دل میں کہا۔ مجھے اس بہادر کے جتنے قصے معلوم تھے وہ بیان کیے۔ان سب کہانیوں میں اس کی تعریف و تحسین

کا پہلو نمایاں تھا اور میں نے بلند آواز میں اس کی شجاعت اور فیاضی سے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

''جوزے میریا صرف ایک بدمعاش ہے۔'' اجنبی نے سرد مہری سے جواب دیا۔

''کیا یہ شخص اپنے متعلق درست کہتا ہے یا صرف کسرِ نفسی سے کام لے رہا ہے؟'' میں حیران تھا کیونکہ جہاں تک میں نے اپنے ہمراہی کو بغور دیکھا تھا، میں نے اس کا حلیہ جوزے میریا کے اس حلیے سے ملانا شروع کر دیا تھا جو اندلیسیہ کے کئی قصبوں کے بڑے دروازوں پر چسپاں تھا۔ ہاں یہ وہی تھا۔ یقیناً وہی۔۔ خوبصورت بال، نیلی آنکھیں، بڑا منہ، سفید دانت، چھوٹے چھوٹے ہاتھ، عمدہ قمیض، چاندی کے بٹن والی مخملی واسکٹ، چمڑے سے بنے سفید موزے اور سرخی مائل بھورا گھوڑا۔ اب اس کے متعلق کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں تھی لیکن مجھے اس کے بدلے ہوئے بھیس کا احترام کرنا ہوگا۔

ہم وینٹا (سرائے) پہنچ گئے۔ یہ جگہ بالکل ویسی تھی جیسی اس نے بیان کی تھی یعنی یہ میرے دیکھے ہوئے مقامات میں سب سے خستہ حال جگہ تھی۔ ایک بڑا سا کمرہ باورچی خانہ، نشست گاہ اور خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک چوڑے پتھر کا بنا آتشدان تھا جس کا دھواں چھت میں کیے گئے ایک سوراخ کے رستے باہر نکلتا تھا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہیں زمین سے چند فٹ اوپر جا کر بادل بن کر رہ جاتا تھا۔ دیوار کے پاس زمین پر خچروں کی پانچ یا چھ پرانی جھولیں پڑی تھیں جو مسافروں کے بستروں کا کام دیتی تھیں۔ عمارت یا اس کمرے۔۔۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ۔۔۔ سے بیس قدم

کے فاصلے پر ایک پنڈال تھا جو بطور اصطبل استعمال ہوتا تھا۔اس خوبصورت مکان میں اس وقت ایک بڑھیا اور دس بارہ سال کی ایک لڑکی کے سوا کوئی اور متنفس نہیں تھا۔دونوں کاجل کی طرح سیاہ تھیں اوران کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔

''شاید قدیم منڈا کی عظیم الشان آبادی کی یادگار یہی ایک ٹوٹی پھوٹی سرائے رہ گئی ہے۔'' میں نے سوچا۔''اے سیزر!اے پومپئی !دنیامیں واپس آکر تمہیں کتنی حیرت ہوگی۔''

''اوہ!جناب ڈان جوزے'' میرے ہمراہی کو دیکھ کر بڑھیا نے حیرت سے کہا۔

ڈان جوزے نے اسے گھور کر دیکھا اور تحکمانہ انداز سے اپنا ہاتھ اٹھایا جس سے بڑھیا فوراً خاموش ہوگئی۔میں اپنے رہبر کی طرف مڑا اور ایک خفیہ اشارے سے اسے سمجھا دیا کہ میں اس آدمی سے متعلق جس کے ساتھ ہمیں رات گزارنی ہے کسی قسم کی اطلاع کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

شام کا کھانا میری توقع کے برعکس بہت عمدہ نکلا۔ایک چھوٹے سے میز پر۔۔۔جو بہت اونچا نہیں تھا۔۔۔سفید چٹنی کے ساتھ ایک بوڑھا مرغ پروسا گیا،اس کے ساتھ چاول اور مرچ پیش کیے گئے،اس کے بعد تیل میں تلی ہوئی مرچیں لائی گئیں اور آخر میں مرچوں کا سلاد رکھا گیا۔

ان تین مرغن کھانوں کی وجہ سے ہمارے ہاتھ مونٹیلا شراب کی طرف اٹھتے رہے۔یہ شراب بہت مزیدار نکلی۔کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مجھے دیوار سے لٹکا ہوا ایک بربط نظر آیا (سپین میں ہر جگہ بربط پائے جاتے ہیں) تو میں نے کھانا پروسنے والی لڑکی سے دریافت کیا

کہ کیا وہ اسے بجا سکتی ہے۔

''نہیں'' اس نے جواب دیا، ''لیکن ڈان جوزے بجاتا ہے اور بہت خوب بجاتا ہے۔''

''براہِ کرم مجھے کچھ سنا دیجیے'' میں نے اس سے کہا۔ ''میں آپ کی قومی موسیقی سننے کا ازحد دلدادہ ہوں۔''

''بھلا میں اس شریف آدمی کے سامنے انکار کرنے کی جرات کیسے کرسکتا ہوں جس نے مجھے اتنے اعلیٰ سگار دیے۔'' ڈان جوزے نے خوش مزاجی سے کہا۔ اس نے ہاتھ میں بربط پکڑا اور اس پر ایک دھن بجاتے ہوئے گانے لگا۔ اس کی آواز کرخت لیکن سننے کے قابل تھی جبکہ نغمہ غمگین اور اجنبی سا تھا۔ اس کے بول میری سمجھ سے باہر تھے۔

''اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تمہارا گایا ہوا گیت شاید ہسپانوی نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''یہ باسک کے صوبجات میں گائے جانے والے نغموں کی طرح ہے، اور یہ الفاظ بھی باسک کے ہونگے۔''

''جی ہاں!'' ڈان جوزے نے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر متانت پھیل رہی تھی۔ اس نے بربط زمین پر رکھا، اپنے بازوں آپس میں ملا دیے اور مغموم نگاہوں سے بجھتی ہوئی آگ کی طرف دیکھنے لگا۔ میز پر رکھے ہوئے لالٹین کی روشنی میں اس کے چہرے پر بیک وقت شرافت اور غضب کے تاثرات دیکھ کر مجھے ملٹن کے ''فردوس گم گشتہ'' کا شیطان یاد آیا۔ شاید اس کی طرح میرا ساتھی بھی اپنے چھوڑے ہوئے ٹھکانے اور کسی ارتکابِ جرم کی پاداش میں ملنے والی جلاوطنی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ میں نے بات چیت کو دوبارہ شروع کرنے کی کوشش

کی لیکن اس نے خاطر خواہ ردعمل ظاہر نہیں کیا اور اپنے غمگین خیالات کے سمندر میں ڈوبا رہا۔ بڑھیا پہلے ہی کمرے کے کونے میں واقع اس بستر تک چلی گئی تھی جسے رسی کے ساتھ لٹکے ہوئے ٹاٹ کے ایک ٹکڑے نے نظروں سے چھپا رکھا تھا۔ چھوٹی لڑکی بھی اس کے پیچھے اس کونے میں چلی گئی جو خواتین کے لیے مخصوص تھا۔ اس دوران میرا رہبر کھڑا ہوا اور مجھے اپنے پیچھے اصطبل تک آنے کا کہا لیکن اس کی باتیں سن کر ڈان جوزے چوکنا ہو گیا اور فوراً سوال داغ دیا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔

''اصبل کی طرف'' رہبر نے جواب دیا۔

'' کیوں؟ گھوڑوں کے لیے کافی چارہ موجود ہے۔ یہیں لیٹ جاو۔ تمہارے آقا تمہیں اجازت دے دیں گے۔''

'' مجھے اندیشہ ہے کہ شاید جناب کا گھوڑا بیمار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ خود اسے دیکھ لیں ۔شاید اسے معلوم ہو کہ کیا کرنا ہے۔''

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انتونیو مجھ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا تھا لیکن میں ڈان جوزے کے شکوک کو ابھارنا نہیں چاہتا تھا اور جب معاملات اس نہج تک پہنچ گئے تھے تو مجھے لگا کہ بہترین حکمت عملی یہ ہو گی کہ اس پر بھروسے کا اظہار کیا جائے۔ اس لیے میں نے انتونیو کو بتایا کہ میں گھوڑوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور یہ کہ مجھے نیند آ رہی ہے۔

ڈان جوزے اس کے پیچھے اصطبل تک گیا اور جلد ہی وہاں سے اکیلا لوٹ آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ گھوڑا بالکل ٹھیک ٹھاک ہے لیکن میرا رہبر اس گھوڑے کو اس قدر بیش بہا سمجھتا ہے کہ

اس نے اپنے کوٹ سے اس کی خوب مالش کی کہ اسے پسینہ آجائے۔ وہ اس عمل کو ساری رات جاری رکھنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔

میں خچروں کے چادروں پر دراز ہو گیا۔ ان کو براہِ راست چھونے سے بچنے کی غرض سے میں نے اپنا کوٹ بہت احتیاط سے اپنے گرد لپیٹ لیا۔ ڈان جوزے میرے ساتھ ایک جگہ سونے پر معذرت کا طلب گار رہوا، پھر دروازے کے پاس لیٹ گیا لیکن پہلے اپنے طمنچے میں بارود بھر کر اپنے سرہانے رکھے ہوئے تھیلی کے نیچے رکھ دیا۔ ہم نے ایک دوسرے کو شب بخیر کہا اور پانچ منٹ بعد ہم دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔

میرا تو یہ خیال تھا کہ تھکن سے چور ہونے کے سبب مجھے ایسے ماحول میں بھی نیند آجائے گی لیکن ایک گھنٹہ بعد شدید ناپسندیدہ کھجلی کی وجہ سے میں کچی نیند سے اٹھ بیٹھا۔ جب میں نے اس کا سبب معلوم کیا تو میں اٹھ بیٹھا اور سوچا کہ ایسے نامہربان چھت تلے سونے سے بہتر ہے کہ رات باہر کھلی ہوا میں بسر کی جائے۔ میں پنجوں کے بل گیا، ڈان جوزے خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا اور میں بہت احتیاط سے اس کے اوپر سے گزرا اور مکان کے باہر نکل گیا۔ دروازے کے قریب لکڑی کی ایک بڑی سی بینچ پڑی تھی۔ میں اس پر دراز ہو گیا اور آرام سے سونے کی تیاری کرنے لگا۔

میں دوسری بار آنکھیں بند کر کے سونے ہی والا تھا کہ مجھے اپنے سامنے ایک آدمی اور گھوڑے کا سایہ نظر آیا۔ دونوں آواز پیدا کیے بغیر آگے بڑھ رہے تھے۔ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے انٹونیو کو پہچان لیا۔۔ رات کے اس پہر اسے اصطبل سے باہر دیکھ کر میں حیران ہوا اور اٹھ کر

اس کے پاس گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ پہلے ہی رک گیا تھا۔

''وہ کہاں ہے؟'' انٹونیو نے آہستہ سے پوچھا۔

''اندر کمرے میں۔ وہ آرام سے سویا پڑا ہے۔ اسے کھٹملوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ تم گھوڑے کو کیوں باہر لائے ہو؟''

اس وقت مجھے پتہ چلا کہ انٹونیو نے بہت احتیاط کے ساتھ گھوڑے کے سم کمبل کے پرانے کپڑے میں لپیٹ رکھے تھے تا کہ اصطبل سے باہر جاتے وقت کوئی آواز پیدا نہ ہو۔

''خدا کے لیے آہستہ بولیں'' انٹونیو بولا۔ ''تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے۔ یہ جوزے نویرو ہے۔۔۔ اندلیسیہ کا سب سے بدنام ڈاکو۔ میں سارا دن آپ کو خبردار کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن آپ نے میرے اشاروں کو نظر انداز کیا۔''

''اگر وہ ڈاکو ہے تو مجھے کیا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اس نے ہمیں نہیں لوٹا اور میں شرط لگاتا ہوں کہ اس کا کوئی ایسا ارادہ ہے بھی نہیں۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن اسے پکڑنے والے کے لیے دو ہزار کا انعام ہے۔ مجھے یہاں سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر موجود اس جگہ کا علم ہے جہاں سپاہیوں کا ایک دستہ ہمہ وقت موجود رہتا ہے اور طلوع آفتاب سے پہلے میں چند ہٹے کٹے لڑکوں کو یہاں لے آوں گا۔ میں اس کا گھوڑا لے لیتا لیکن وہ اتنا شریر ہے کہ نویرو کے علاوہ کسی اور کو اپنے قریب آنے نہیں دیتا۔''

''ارے خانہ خراب اس بیچارے نے تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے جو تم اس کے خلاف جا رہے ہو؟ مزید یہ کہ کیا تمہیں پکا یقین ہے کہ آیا وہ وہی ڈاکو ہے جو تم اسے سمجھتے ہو؟

''میں نے کہا۔

'' بالکل وہی ہے۔ابھی ابھی وہ میرے پیچھے اصطبل تک آیا اور مجھ سے کہا ،'' تمہارے حرکات وسکنات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم مجھ سے واقف ہو۔اگر تم نے اس شریف آدمی کو میری حقیقت بتا دی تو میں تمہارا بھیجہ اڑا دوں گا۔'' حضور ان کے پاس ہی رہیے۔تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔جب تک آپ یہاں موجود رہیں گے اس وقت تک اس کے دل میں کوئی شک نہیں گزر سکتا۔''

باتیں کرتے کرتے ہم سرائے سے ذرا فاصلے تک پہنچ گئے تھے جہاں سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز نہیں سنی جا سکتی تھی۔پلک جھپکتے میں انٹونیو نے گھوڑے کے پیروں پر سے لپٹا ہوا کپڑا اٹھا لیا اور اس پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔میں نے التجاؤں اور دھمکیوں سے اسے روکنے کی کوشش کی۔

'' حضور ! میں بہت ہی غریب آدمی ہوں۔ان دو ہزار سکوں کو ٹھکرانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔خاص طور پر جب یہ مجھے اس علاقے کو ایک موذی سے نجات دلانے کے بدلے میں مل رہے ہیں۔ہوشیار رہیے۔اگر نو ریرو جاگتا ہے تو وہ اپنے طپنچے کی طرف لپکے گا۔اس وقت تمہیں چوکس رہنا ہوگا۔جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے لیے پیچھے ہٹنا اب ناممکن ہے۔تم وہ رستہ اختیار کرو جو تمہیں بہتر لگے۔''

وہ پاجی گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر بہت جلد اندھیرے میں میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔میں رہبر کے اس عمل سے آزردہ ہو کر کچھ پریشان ہوا۔ایک لمحے کے سوچ

وبچار کے بعد میں نے ارادہ کرلیا اور واپس سرائے میں آ گیا۔ ڈان جوزے ابھی تک سویا پڑا تھا، بلاشبہ وہ کئی شب وروز کی تھکان کے بعد اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ساری تھکاوٹ دور کرنا چاہتا تھا۔ اسے جگانے کے لیے مجھے اسے زور سے ہلانا پڑا۔ اس کا غضب ناک چہرہ اور طپنچے تک پہنچنے کا انداز میں کبھی نہیں بھلا پاوں گا۔ اس کا طپنچہ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کے بستر سے کچھ فاصلے پر رکھ دیا تھا۔

میں نے کہا، ''جناب! آپ کو یوں اٹھانے پر معذرت چاہتا ہوں لیکن مجھے آپ سے ایک بے تکا سا سوال پوچھنا ہے۔ کیا نیم درجن سپاہیوں کو یہاں دیکھ کر تم خوش ہوں گے؟''

''اس کے بارے میں آپ کو کس نے بتایا؟'' اس نے دھمکی آمیز لہجے میں پوچھا اور کھڑا ہو گیا۔

''آپ کو میری بات کی سچائی ماننے سے غرض ہے یا اس بات سے کہ مجھے یہ اطلاع کہاں سے ملی؟''

''تمہارے رہبر نے مجھ سے غداری کی ہے! اسے اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ کہاں ہے وہ؟''

''مجھے کیا خبر۔۔۔شاید اصطبل میں ہوگا۔ لیکن مجھے بتایا گیا۔۔۔۔''

''تمہیں کس نے بتایا؟۔ بڑھیا تو ایسا نہیں کر سکتی۔''

''ایک ایسے شخص نے جسے میں نہیں جانتا۔ دیکھو میں زیادہ تو کچھ نہیں کہتا لیکن کیا سپاہیوں کی آمد سے پہلے یہاں سے نکلنے کے لیے آپ کے پاس کوئی وجہ ہے، یا ایسی کوئی وجہ نہیں آپ کے پاس؟۔ اگر ہے تو وقت ضائع نہ کرو اور اگر نہیں ہے تو شب بخیر اور آپ کی نیند میں خلل

ڈالنے کی معافی چاہتا ہوں۔"

"آہ، تمہارا رہبر! مجھے شروع ہی سے اس پر اعتماد نہیں تھا۔اس سے میں اپنا حساب برابر کروں گا۔ الوداع! جناب جو نیکی آپ نے میرے ساتھ کی ہے خدا آپ کو اس کا اجر دے۔ میں اتنا بھی برا نہیں جتنا آپ مجھے سمجھتے ہیں۔ ہاں۔۔۔ میرے اندر کچھ تو ہے جس کے باعث ایک معزز شخص مجھ پر ترس کھاتا ہے۔ صاحب الوداع! مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کے احسان کا بدلہ چکانے سے معذور ہوں۔"

"ڈان جوزے! میں نے آپ کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے بدلے میں میرے ساتھ یہ وعدہ کرو کہ کسی پر بھی شک نہیں کرو گے اور انتقام کا خیال دل سے نکال دو گے۔ یہ سگار لیجیے سفر میں کام آئیں گے۔ خدا حافظ۔" میں نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔

اس نے جواب دینے کی بجائے میرے ساتھ ہاتھ ملایا اور اپنا طپنچہ اور تھیلا اٹھانے کے بعد بڑھیا سے ایک خاص زبان میں۔۔۔ جس کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔۔۔ کچھ کہنے کے بعد وہ دوڑتا ہوا گھر سے باہر نکلا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اس کے گھوڑے کے سرپٹ دوڑنے کی آواز سنی جو مضافات کی جانب چلا جا رہا تھا۔

میں واپس آ کر اپنے بینچ پر لیٹ گیا لیکن میں دوبارہ سو نہ سکا۔ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ ایک ڈاکو۔۔۔ شاید ایک قاتل۔۔۔ کو صرف اس لیے کہ میں نے اس کے ساتھ گوشت اور چاول کھائے تھے، تختہ دار سے بچا کر میں نے ٹھیک کیا یا غلط۔ کیا میں نے اپنے اس رہبر سے غداری کی جو قانون کا بول بالا کر رہا تھا؟ کیا میری وجہ سے اسے غلط اطلاع

دینے کی پاداش میں سزا نہیں ملے گی؟ ۔ ہاں یہ سب تو ٹھیک ہیں لیکن مہمان نوازی کے بھی تو کچھ لوازمات ہوتے ہیں۔ ''انسانی سرشت'' میں نے اپنے آپ سے کہا۔ اس لٹیرے سے سرزد ہونے والے تمام جرائم کا میں ہی ذمہ دار ہوں گا۔ لیکن کیا ہر منطق کی مزاحمت کرنے والے ضمیر کی قدیم اور جبلی آواز کو کوئی رد کر سکتا ہے؟ ۔ شاید میں جس نازک صورت حال سے دوچار تھا اس میں میرے لیے خود کو کچھ موردِ الزام ٹھہرانے سے بچانا ناممکن تھا۔ میں اپنے فعل کے درست یا غلط ہونے کے معاملے میں مکمل طور پر غیر یقینی کی حالت میں تھا کہ مجھے آدھے درجن گھوڑ سوار آتے دکھائی دیے۔ انتونیو کمال ہوشیاری سے ان کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ میں ان سے ملنے کی خاطر آگے بڑھا اور ان کو اطلاع دی کہ ڈاکو دو گھنٹے قبل ہی فرار ہو چکا ہے۔ کارپورل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بڑھیا نے کہا کہ وہ نووریو کو تو بخوبی جانتی ہے لیکن چونکہ وہ بالکل اکیلی رہتی ہے اس لیے اس کے بارے میں اطلاع دے کر اپنی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ اس نے مزید یہ کہا کہ وہ جب بھی اس کے سرائے میں آتا ہے تو اپنی عادت کے مطابق ہمیشہ آدھی رات کو رخصت ہوتا ہے۔

مجھے چند میل دور جا کر کپتان کو اپنا پاسپورٹ دکھانا پڑا اور ایک اقرار نامے پر دستخط کرنے کے بعد مجھے آثار قدیمہ سے متعلق اپنی تحقیقات جاری رکھنے کی اجازت مل گئی۔ انتونیو نے یہ بات دل پر لی کیونکہ اسے شک تھا کہ میں نے ہی اسے دو ہزار کے انعام سے محروم کر دیا تھا۔ تاہم قرطبہ پہنچ کر ہم بہت اچھے انداز میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور میں نے اس کو اپنی جیب کی حیثیت کے مطابق بڑے انعام سے نوازا۔

باب دوم

میں نے قرطبہ میں چند دن گزارے۔ مجھے ڈومینیکان کے راہبوں کے کتب خانے میں موجود ایک ایسے مسودے سے رجوع کرنا تھا جس سے قدیم منڈا کے بارے میں دلچسپ حالات منظرِ عام پر آنے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ راہبوں نے میرا پرتپاک استقبال کیا۔ وہاں میں دن کا بیشتر وقت خانقاہ میں گزارتا اور شام کو قصبے میں پھرتا۔

قرطبہ میں غروب آفتاب کے وقت وہ لوگ جن کو کوئی اچھا کام نہیں ملتا دریائے وادی الکبیر کے دائیں جانب واقع بالائی گلی میں جمع ہوجاتے ہیں۔ اس مقام پر چمڑے کے کارخانے سے آنے والی بدبو کی وجہ سے ہوا میں بھاری پن ہوتا ہے۔ اس کارخانے میں اب بھی ایسا عمدہ چمڑا تیار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ علاقہ مدت سے مشہور رہے۔ لیکن ایک تماشائی کے لیے اس حسین منظر کو دیکھنے کی یہ بہت چھوٹی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ شام کی عبادت کی گھنٹیاں بجنے سے چند منٹ پیشتر گلی کے نیچے دریا کے کنارے پر عورتیں جمع ہونے لگتی ہیں۔ یہ مقام ایک بلند پشتے پر واقع ہے۔ اس جمگھٹے میں کوئی مرد شامل ہونے کی جرات نہیں کرسکتا۔ شام کا گھنٹہ بجتے ہی رات کا آغاز ہوجاتا ہے۔

گھنٹہ کی آخری ضرب پر تمام خواتین کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑتی ہیں اور پھر چیخوں اور قہقہوں کا شور بلند ہوجاتا ہے۔ بالائی گلی سے مرد ان نہانے والیوں کو تاڑتے ہیں۔ نیچے کا نظارہ دیکھنے کے لیے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ان مرمریں اور غیر واضح جسموں کو دریا کے نیلگوں پانی میں دیکھ کر شاعرانہ خیالات رکھنے والے دماغ اپنا کام شروع کردیتے ہیں اور تھوڑی سی کوشش کرنے سے یہ تصور کرنا مشکل نہیں ہوتا کہ آپ

ڈیانا اوراس کی پریوں کونہاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور آپ کوایکٹیان کی طرح سزا ابھی نہیں ملتی۔[ایکٹیان ایک شکاری تھا۔ اس نے ڈیانا کو نہاتے ہوئے دیکھا تو سزا کے طور پر بارہ سنگھے میں بدل گیا ورا پنے شکاری کتوں کے ہاتھوں مارا گیا]۔ وہاں ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک دفعہ چند شریر مسخروں نے گرجا کی گھنٹی بجانے والے کو رشوت دے کراس بات پرآمادہ کیا کہ شام کا گھنٹہ مقررہ وقت سے بیس منٹ پہلے بجائے۔گو ابھی دن کی روشنی باقی تھی لیکن وادی الکبیر کی پریوں نے ایک لمحہ تامل کیے بغیر سورج سے زیادہ شام کے گھنٹے پراعتبار کرتے ہوئے اپنے پیراہن اتار کرنہانا شروع کیا۔میں اس موقع پر موجود نہیں تھا۔وہاں میری موجودگی کے دوران گھنٹہ بجانے والا رشوت نہیں لیتا تھا ، دھندلکے میں واضح طور پر کچھ نظر نہیں آرہا تھا ، البتہ ایک بلی سنگترے بیچنے والی بدصورت بڑھیا اور قرطبہ کی حسین ترین دوشیزہ کے درمیان تمیز کرنے کے قابل ہوتی۔

ایک روز شام کا دھندلکا پھیلتے ہی میں سگریٹ پیتے ہوئے پشتے پر جھکا ہوا تھا کہ ایک عورت دریا کی طرف جانے والی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آئی اور میرے قریب بیٹھ گئی۔اس نے بالوں میں یاسمین کے پھول لگا رکھے تھے جن کی مہک سے شام کی فضا مدہوش ہورہی تھی۔اس نے نہایت سادہ اور یونہی سا سیاہ لباس پہن رکھا تھا جیسا زیادہ تر مزدور طبقہ سے تعلق رکھنے والیاں عام طور پر شام کے وقت پہنتی ہیں۔(معزز خواتین صرف صبح کے وقت سیاہ لباس پہنتی ہیں اور شام کے وقت لافرانسیسا زیب تن کرتی ہیں)۔جونہی وہ میرے برابر آگئی تو اس کے سر پر پڑا سرپوش سرک کراس کے کاندھوں پر آگیا۔وہ نہا کر آئی تھی

۔ستاروں کی مدھم روشنی میں میں نے دیکھا کہ وہ ایک دبلی پتلی، نوجوان اور خوش رولڑکی تھی۔اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔میں نے یک دم اپنا سگار پھینک دیا۔وہ شائستگی کا یہ اشارہ سمجھ گئی اور یہ بتانے میں دیر نہیں کی کہ اسے تمباکو کی بو پسند ہے اور یہ کہ اگر اسے اس کے پسند کی وہ سگریٹ ملے جو زیادہ تیز نہیں ہوتے تو وہ سگریٹ نوشی بھی کر لیتی ہے۔خوش قسمتی سے میری ڈبیا میں اس قسم کے چند سگریٹ پڑے تھے جن کو میں نے بڑی سرعت سے اس کے حضور پیش کیا۔اس نے انکسار سے کام لیتے ہوئے صرف ایک سگریٹ اٹھایا اور اسے اس جلتی ہوئی رسی کے ٹکڑے سے جلایا جو ایک چھوٹا سا بچہ بہت معمولی قیمت پر ہمارے لیے لایا تھا۔ہماری سگریٹوں سے نکلنا والا دھواں باہم مل رہا تھا اور نہا کر آنے والی حسینہ اور میرے درمیان گفتگو کا وقت اتنا طویل ہو گیا کہ آخر پشتے پر صرف ہم دونوں ہی رہ گئے۔میں نے سوچا کہ اگر میں اسے کسی ہوٹل میں قلفی کھانے کی دعوت دوں تو وہ اسے میری بدتہذیبی پر محمول تو نہیں کرے گی۔تھوڑی سی پس و پیش کے بعد اس نے میری دعوت قبول کر لی؛ فیصلہ کرنے سے قبل اس نے پوچھا کہ کیا بجا ہے۔میں نے گھڑی پر وقت دیکھا اور اس سے وہ بہت زیادہ حیران دکھائی دی۔

''تم غیر ملکی کونسے تصورات کے خواب دیکھتے ہو؟ جناب! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میرے خیال میں آپ انگریز ہیں شاید؟''

''میں فرانسیسی اور آپ کا ادنیٰ سا غلام ہوں۔میرے خیال میں آپ کا تعلق قرطبہ سے ہے، مس یا مسز؟''

''جی نہیں۔''

''یقینی طور پر آپ کا تعلق اندلیسیہ سے ہے۔ میرے خیال میں آپ کی نرم گفتگو سے اندازہ لگا کر میں یہ کہہ رہا ہوں۔''

''اگر آپ اتنے ہوشیار ہیں کہ لوگوں کے لہجے سے اندازہ لگا سکتے ہیں تو پھر آپ یہ اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ میں کون ہوں؟''

''مجھے یقین ہے کہ آپ کا تعلق اس ارض مقدس سے ہے جو فردوس سے دو قدم نیچے واقع ہے۔'' (اندلیسیہ سے متعلق اس استعارے کے بارے میں میں نے اپنے دوست فرانسیسکو سیویلا سے سنا تھا جو ایک مشہور بلم سوار ہے۔)

''فردوس! اردگرد لوگوں کے خیال میں فردوس ہم جیسوں کے لیے نہیں ہے۔''

''تو پھر آپ ضرور حبشی ہیں یا۔۔۔'' میں رک گیا کیونکہ اسے یہودن کہنے کی جرات مجھ میں نہ تھی۔

''چلیے چھوڑ بھی دیں۔ آپ بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ میں جپسی ہوں۔ کیا میں آپ کو آپ کی قسمت کا حال بتا دوں؟ کیا آپ نے کبھی لوگوں کے منہ سے کارمن سیتا کا نام نہیں سنا؟ یہی میرا نام ہے۔''

پچاس برس قبل کی بات کروں تو اس وقت میں کچھ ایسا لا مذہب تھا کہ خود کو ایک جادوگرنی کے سامنے پا کر بھی میں خوف سے پیچھے نہ ہٹا۔ میں نے خود سے کہا کہ سب ٹھیک ہیں۔ گزشتہ ہفتے میں نے ایک رہزن کے ساتھ کھانا کھایا تھا تو آج شیطان کی خادمہ کے ساتھ قلفی کھانے

میں کیا ہرج ہے۔ایک سیاح کو ہر چیز کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
اس کے ساتھ واقفیت پیدا کرنے میں میرا ایک اور مقصد بھی تھا۔سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد (میں بڑی شرمندگی سے یہ اعتراف کر رہا ہوں) میں نے کچھ وقت مخفی علوم کے مطالعہ میں گزارا حتیٰ کہ اندھیرے کی روح کو حاضر کرنے کی بھی کئی دفعہ کوشش کی۔گو ایسے کاموں میں میری دلچسپی عرصہ دراز سے ختم ہو چکی تھی تاہم میں ابھی بھی توہمات کی مختلف صورتوں کے بارے میں متجسس تھا اور یہ جاننے کے انتظار میں تھا کہ جپسیوں کے ہاں جادوگری کا فن کس درجہ کمال تک پہنچ چکا ہے۔
باتیں کرتے ہوئے ہم ہوٹل میں داخل ہوئے اور ایک چھوٹی سی میز کے سامنے بیٹھ گئے جسے شیشے کے گلوب میں بند ایک شمع نے روشن کر رکھا تھا۔اب میرے پاس اس ساحرہ کو جی بھر کر دیکھنے کا موقع تھا۔اس دوران قلفیاں کھانے میں مشغول چند معززین ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔شاید وہ اس قسم کی لڑکی کے ساتھ مجھے دیکھ کر حیران تھے۔
کارمن صاحبہ کا خالص جپسی ہونا کافی مشکوک تھا۔تاہم اس میں شک نہیں کہ اس کی نسل کی جتنی خواتین سے میرا آمنا سامنا ہوا تھا، وہ ان سب سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ہسپانویوں کے بقول حسین عورت میں تیس مثبت اوصاف کا ہونا لازمی ہے یا بالفاظِ دیگر اس میں دس صفات کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ہر صفت اس کی شخصیت کے تین اوصاف بیان کرتی ہے۔مثال کے طور پر اس کی تین چیزیں سیاہ ہونے چاہیے:۔ سیاہ آنکھیں، سیاہ پلکیں اور سیاہ ابرو، تین چیزوں میں نزاکت ہونی

چاہیے:۔ ہاتھ، ہونٹ اور بال ،وغیرہ وغیرہ۔۔ مزید جاننے کے لیے برانتوم کو پڑھیے۔میری والی جپسی ان تمام اوصاف کا حامل ہونے کی دعویٰ دارنہیں تھی۔اس کی جلد باوجودخوب ہموار ہونے کے رنگت میں کانسی کے رنگ کے قریب تھی۔اس کی آنکھیں ترچھی لیکن بہت بڑی تھیں۔اس کے ہونٹ بھرے بھرے لیکن خوب ترشے ہوئے تھے جن میں اس کے سفید دانت دکھائی دیتے تھے جو رنگ اترے ہوئے بادا موں سے کہیں زیادہ سفید تھے۔اس کے بال اگرچہ کسی حدتک کھر درے تھےاوران میں پہاڑی کووں کے پروں جیسی نیلاہٹ پائی جاتی تھی تاہم یہ لمبے اور چمکیلے تھے۔اس خوف سے کہ کہیں آپ اس طویل تفصیل سے اکتا نہ جائیں، میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ اس کے ہرعیب کے ساتھ ایک وصف ضرور موجود تھا جواس نقص کو چھپا دیتا تھا۔وہ ایک عجیب قسم کے جنگلی حسن کی مالک تھی، گواس کے چہرے کو دیکھ کر پہلے تو آپ حیران ہوتے ہیں لیکن اس کوفراموش کرنا ناممکن تھا۔اس کی آنکھوں میں بیک وقت شہوت انگیزی اورغضب کا ایک خاص تاثر تھا جو میں نے کسی انسان کے چہرے پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔جن لوگوں کا قوتِ مشاہدہ تیز ہوتا ہے تو اہلِ ہسپانیہ ان کے متعلق ’’جپسی کی آنکھ بھیڑیے کی آنکھ ہوتی ہے۔‘‘ والا مقولہ استعمال کرتے ہیں۔اگرآپ کو جارڈن ڈیز پلانٹیز کے چڑیا گھر جا کر بھیڑیے کی آنکھیں دیکھنے کی فرصت نہیں تو اس وقت اپنی بلی کو دیکھیے جب وہ چڑیا کی تاک میں بیٹھی ہوتی ہے۔ قدرتی طور پر چائے خانے میں بیٹھ کر اپنی قسمت کا حال سننا کچھ مضحکہ خیز سا لگتا تھا اس لیے میں نے اس حسین ساحرہ سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ گھر تک جانے کی اجازت

دے دیں۔اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا،لیکن دوبارہ یہ جاننا چاہا کہ وقت کیسے گزر رہا تھا اوردوبارہ مجھ سے گھڑی دیکھنے کی درخواست کی۔

’’کیا واقعی یہ طلائی گھڑی ہے؟‘‘اس نے انتہائی غور سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

جب ہم باہر نکلے تو رات ہو چکی تھی۔زیادہ تر دکانیں بند اور گلیاں سنسان تھیں۔ہم نے وادی الکبیر کے پل کو عبور کیا اور شہر سے باہر ایک محل نما مکان کے سامنے رک گئے۔ایک بچے نے ہمارے لیے دروازہ کھولا۔جپسی نے اس سے ایک نامعلوم زبان میں کچھ کہا جسے سمجھنے سے میں قاصر تھا، تاہم بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ جپسیوں کی زبان’’رومانے‘‘تھی۔بچہ فوراً وہاں سے چلا گیا اور ہمیں ایک وسیع کمرے میں چھوڑ دیا جو ایک چھوٹی میز، دو تپائیوں اور ایک صندوق سے سجا تھا۔ان چیزوں کے علاوہ وہاں پانی کا ایک جگ،سنگتروں اور پیاز کے ڈھیر پڑے تھے۔

جونہی ہمیں تنہائی میسر آئی تو اس جپسی نے صندوق سے تاش کے میلے پتوں کا ایک ڈبہ، ایک مقناطیس، ایک خشک کیا گیا گرگٹ اور اپنے پیشے سے متعلق چند دیگر اشیاء نکال لیں۔پھر اس نے مجھے بائیں ہاتھ میں چاندی کا ایک سکہ رکھنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد جادوئی عمل کا آغاز ہوا۔میں آپ کو اس کی پیش گوئیوں سے متعلق کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھتا لیکن وہ جس طرح اپنا کام کر رہی تھی اس سے ظاہر تھا کہ وہ کوئی ایسی ویسی ساحرہ نہیں۔

شومئ قسمت کہ تھوڑی ہی دیر بعد کسی کی مداخلت کے باعث یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔دروازہ اچانک بہت ہی زور سے کھلا اور سر تا پا کالے لبادے میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل

ہوااور جپسی کو ایسے انداز میں مخاطب کیا جو بالکل غیر شریفانہ تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا لیکن اس کے لہجے سے عیاں تھا کہ وہ ایک نہایت ہی بدمزاج شخص ہے۔ اسے دیکھ کر جپسی نے حیرت یا غصے کا بالکل اظہار نہیں کیا بلکہ اسے ملنے دوڑ پڑی اور کمال چالا کی سے اس عجیب لہجے میں، جس میں پہلے بھی میرے سامنے باتیں کی تھیں، اس سے چند فقرے کہہ ڈالے۔ اس کی باتوں میں بار بار آنے والے صرف ایک لفظ Payllo کا مطلب میں سمجھ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جپسی یہ لفظ ایسے فرد کے لیے استعمال کرتے ہیں جو ان کے نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔ میں نے فرض کر لیا تھا کہ ان کی گفتگو میرے متعلق ہے اس لیے میرا ہاتھ پہلے ہی سے ایک تپائی کے پائے پر پڑا تھا اور میں اس انتظار میں تھا کہ کب اسے دخل اندازی کرنے والے کے سر پر مارنا ہے۔ آدمی نے جپسی کو زور سے دور دھکیل کر میری طرف پیش قدمی کی اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا:۔

''او جناب! یہ آپ ہیں۔''

اسے غور سے دیکھنے پر میں جان گیا کہ یہ تو میرا دوست ڈان جوزے ہے۔ اس موقع پر میں نے کفِ افسوس ملے کہ کیوں اسے پھانسی سے بچایا تھا۔

''میرے عزیز دوست، تو یہ آپ ہیں!'' میرے منہ سے بے ساختگی سے نکلا اور دکھاوے کے لیے بہت اونچا قہقہہ لگایا۔ ''یہ صاحبہ مجھے کچھ دلچسپ چیزیں بتانے والی تھی کہ آپ مخل ہوئے۔''

''وہی پرانا قصہ!۔ اب انھیں ختم ہو جانا چاہیے۔'' اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور ساتھ ہی

کارمن پر غضب ناک نگاہ ڈالی۔

لیکن کارمن اس سے اپنی زبان میں باتیں کرتی رہی۔ وہ دھیرے دھیرے جوش میں آرہی تھی۔ اس کی آنکھیں برق رفتاری سے اِدھر ادھر حرکت کر رہی تھیں اور ان میں خون اتر آیا تھا۔ وہ بہت خوفناک نظر آرہی تھیں۔ اس کے خدوخال درشت ہو گئے تھے۔ اس نے زور سے اپنا پیر زمین پر پٹخا۔

مجھے لگا کہ وہ ڈان جوزے کو کوئی ایسی بات کہنے پر اکسانے کی کوشش کر رہی تھی جس بات کو بتانے میں اسے تامل تھا۔ ایک بات جو میں اچھی طرح جان گیا وہ یہ تھی کہ وہ بار بار تیزی سے گلے پر ہاتھ پھیرتی تھی اور مجھے یقین ہو گیا کہ کسی کا گلا کاٹنے کی بات ہو رہی ہے۔ اب مجھے شک ہوا کہ کہیں یہ گلا میرا ہی نہ ہو۔

لفظوں کے اس طوفان کا جواب ڈان جوزے نے صرف چند تند و تیز الفاظ سے دیا۔ اس وقت کارمن نے اسے بے حد نفرت بھری نظروں سے دیکھا اور کمرے کے ایک گوشے میں بیٹھ گئی۔ اس نے ایک سنگترے کو چھیل کر کھانا شروع کیا۔

ڈان جوزے نے مجھے بازوں سے پکڑا۔ وہ دروازہ کھول کر مجھے باہر بازار میں لے آیا۔ تقریباً دوسو قدم تک ہم خاموش چلتے رہے۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا:

''ناک کی سیدھ میں چلیے۔ اس طرح آپ پل تک پہنچ جائیں گے۔''

وہ فوراً واپس مڑا اور جلدی جلدی چلا گیا۔ میں اپنی سرائے پہنچا۔ مجھے بہت

شرمندگی کا احساس ہورہا تھا جس کے باعث میرے دل میں ایک ہیجان تھا۔اس واقعہ کا بدترین نتیجہ میرے حق میں یہ نکلا کہ کپڑے اتارتے ہوئے مجھے معلوم ہوا کہ میری گھڑی غائب تھی۔ جب صبح ہوئی تو اسے ڈھونڈنے یا قانون کی مدد طلب کرنے کا ارادہ کیا لیکن بے پناہ خیالات کے ہجوم نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔میں نے خانقاہ میں لکھنے کا کام ختم کیا اور سیول کی راہ لی۔کئی مہینے اندلیسیہ میں ادھر ادھر گھومنے پھرنے کے بعد میں میڈرڈ لوٹ آیا۔اس دوران مجھے قرطبہ سے بھی گزرنا پڑا۔میرا ارادہ ہرگز یہاں ٹھہرنے کا نہیں تھا کیونکہ میرے دل میں اس شہر سے اور یہاں کے نہانے والیوں سے سخت نفرت پیدا ہو چکی تھی۔لیکن وہاں چند دوستوں سے میرا ملنا ناگزیر تھا اور چند فرمائشوں کی تکمیل کا بھی ارادہ تھا جنھوں نے مجھے مسلمان بادشاہوں کے قدیم دارالحکومت میں چار دن کے لیے ٹھہرنے پر مجبور کر دیا۔

جب میں ڈومینیکن کی خانقاہ میں پہنچا تو ایک ایسے نیک راہب نے مسرت سے میرا استقبال کیا جو منڈا کے محل وقوع سے متعلق تحقیقات میں بہت دلچسپی رکھتا تھا۔

’’خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے، خوش آمدید، پیارے دوست!۔ ہمارا تو یہ خیال تھا کہ تم مر گئے ہو، خود میں نے تمہارے ایصالِ ثواب کے لیے دعائے مغفرت کی تھی۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ تم قتل ہونے سے کس طرح بچ گئے۔ ہاں اتنا تو ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں ضرور لوٹا گیا ہے۔‘‘، اس نے کہا۔

میں نے حیران ہو کر پوچھا، ’’وہ کیسے؟‘‘

''خوب! تو کیا تمہیں اپنی وہ خوبصورت سی گھڑی یاد نہیں جس سے تم ہمیں کتب خانہ میں وقت بتلایا کرتے تھے؟ وہ مل گئی ہے اور بہت جلد آپ کو واپس کردی جائے گی۔''

''لیکن فرض کرو کہ وہ مجھ سے کہیں کھوگئی ہو، چرائی نہ گئی ہو؟''

راہب بولا:۔

''وہ بدمعاش قید خانے میں ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے وہ ایک ایسا انسان ہے کہ ایک پیسہ کے لیے بھی کسی کا خون کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ اس نے تمہیں مار دیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ حوالات چلوں گا اور ہم تمہاری خوبصورت گھڑی واپس دلادیں گے۔ اس کے بعد کبھی یہ نہ کہنا کہ ہسپانیہ میں انصاف نہیں کیا جاتا۔''

''مجھے معلوم ہے کہ میری قیمتی گھڑی مجھے واپس مل جائے گی مگر یہ بات مجھے کسی صورت بھی گوارا نہیں کہ میری وجہ سے کسی غریب انسان کو پھانسی ہوجائے، خاص کر جب۔۔۔۔''

''اوہ! تمہیں خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تفتیش مکمل ہوچکی ہے، تمہارا یہ رہزن مجرم قرار دیا جاچکا ہے اور اسے پرسوں سولی پر ضرور لٹکا دیا جائے گا۔ رہزنی زیادہ ہو یا کم، اس کے مقدمے میں یہ بات کوئی زیادہ فرق پیدا نہیں کرسکتی۔ اگر صرف رہزنی کی بات ہوتی تو خیر، اس نے تو کئی قتل کیے ہیں اور اس کی ہر واردات پچھلی واردات سے زیادہ سنگین ہے۔''

''نام کیا ہے اس کا؟''

’’اس علاقے میں وہ ڈان جوزے کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا ایک اور باسک نام بھی ہے جس کا تلفظ ہم دونوں کے لیے بہت مشکل ہے۔ دیکھنے میں وہ ایک آدمی نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ایک درندہ ہے، تمہیں مختلف ممالک کے عجیب وغریب حالات کے مطالعہ کا شوق ہے اس لیے تمہیں یہ معلوم کرنے کا موقع ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے کہ ہسپانیہ میں بدمعاشوں کو کس طرح کیفرِ کردار تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس وقت وہ گرجا میں ہے۔ فرماتینز تمہیں وہاں لے جائے گا۔‘‘

میرے دوست نے مجھے مجرم دکھانے پر اتنا اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا اور سگاروں کا ایک بنڈل ساتھ لے کر قیدی کو دیکھنے کے لیے چل دیا۔

انہوں نے مجھے ڈان جوزے سے ملاقات کرنے کی اجازت تب دی جب وہ کھانا تقریباً کھا چکا تھا۔ وہ بہت سرد مہری سے میری طرف بڑھا اور ان سگاروں کا شکریہ ادا کیا جو میں اس کے لیے لایا تھا۔ ان کو شمار کرنے کے بعد اس نے اِن میں سے چند کا انتخاب کیا اور باقی یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ یہ اس کی ضرورت سے زیادہ ہیں۔

میں نے اس سے کہا کہ اگر اثر ورسوخ یا روپیہ سے اس کی کچھ مدد ہو سکتی ہے تو میں ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہوں مگر اس نے نہایت نا امیدی سے مسکراتے ہوئے اپنے شانے اچکائے اور ایک لمحہ بعد میری منت کرتے ہوئے کہا کہ میں کسی پادری سے اس کے لیے دعائے مغفرت کرواوں۔ میں نے اس کی استدعا بخوشی قبول کی۔

پھر اس نے نہایت عاجزی سے کہا، ’’کیا آپ ایک ایسی عورت کے لیے بھی دعا کرائیں گے

جس کے ہاتھوں آپ کو رنج پہنچا ہو؟''

میں نے جواب دیا،'' بے شک ! لیکن میرے خیال میں اس ملک میں کسی عورت نے مجھے کوئی رنج نہیں دیا۔''

اس نے میرا ہاتھ تھاما، اسے متانت سے ہلایا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا:۔'' کیا میں آپ سے ایک اور مہربانی کی استدعا کروں؟ اپنے وطن کو واپس جاتے وقت آپ نویرے کے علاقے میں سے ہو کر گزریں۔ کم از کم آپ وٹوریا کے علاقہ سے تو ضرور گزریں گے جو وہاں سے اتنا زیادہ دور نہیں۔''

میں نے جواب دیا،'' ہاں میں وٹوریا سے ضرور گزروں گا، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ میں پامپیلونا کی راہ سے نکلوں، مگر تمہارے لیے میں بڑی خوشی سے۔۔۔۔''

'' اچھا اگر آپ پامپیلونا جائیں تو وہاں آپ دلچسپی کا ایسا سامان پائیں گے جو شاید آپ کو وہاں ٹھہرانے پر مجبور کر دیں۔ یہ ایک حسین قصبہ ہے۔ میں آپ کو یہ تمغہ دیتا ہوں۔''

اس نے مجھے چاندی کا ایک تمغہ دکھایا جو اس نے اپنی گردن میں پہن رکھا تھا۔'' آپ اسے کاغذ میں لپیٹ لیں۔'' وہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی غرض سے خاموش ہو گیا۔'' اور اسے ایک نیک بخت عورت کو دے دیں یا اس کے پاس بھیج دینے کا انتظام کریں۔ اس کا پتہ میں آپ کو ابھی بتائے دیتا ہوں۔ آپ اس کو بتا دیں کہ میں مر گیا ہوں، لیکن یہ ہرگز مت بتائیے گا کہ کس طرح۔۔۔۔''

میں نے اس کی خواہشات پوری کرنے کا وعدہ کیا۔ اگلے دن صبح سویرے میں ایک بار پھر اس

سے ملنے گیا اور دن کا بیشتر حصہ وہاں گزارا۔ اور یہ داستانِ غم جو میں قلم بند کر رہا ہوں، میں نے خود اس کی زبانی سنی۔

تیسرا باب

میری پیدائش وادیٔ ہٹزن میں الیز ونڈو کے مقام پر ہوئی۔ میرا نام ڈان جوزے

لیزارابینگوا ہے اور میں باسک کی سرزمین کا باشندہ اور عیسائیوں کے قدیم نسل سے ہوں۔اگر میں نے ڈان جوزے کا لقب اختیار کیا تو یہ میرا حق ہے۔اگر میں الیز ونڈا میں ہوتا تو ایک چمڑے پر لکھا ہوا اپنا شجرۂ نسب آپ کو دکھا دیتا۔

جب میں ذرا بڑا ہوا تو مجھے ایک گرجا میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا گیا لیکن میں نے اس سے کچھ فیض حاصل نہیں کیا۔ مجھے ٹینس کا بے حد شوق تھا اور یہی میری تباہی کی پہلی سیڑھی ثابت ہوئی۔ایک دن میچ جیتنے کے بعد الاوا سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کے ساتھ میرا جھگڑا ہو گیا۔ہم دونوں لوہے کے نوکدار ڈنڈوں سے لڑے اور میں اس علاقے سے فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ چند فوجی جوانوں کے ساتھ میری دوستی ہوگئی اور میں المانزا کے فوجی دستے میں بھرتی ہو گیا۔

ہماری طرف کے لوگ سپاہیانہ زندگی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بہت جلد ہی میں جمعدار بن گیا۔تھوڑے ہی عرصہ میں میرا کوارٹر ماسٹر بننا یقینی تھا لیکن بدقسمتی سے مجھے سیوِل کے تمباکو کے کارخانے میں محافظ مقرر کیا گیا۔اگر آپ کو کبھی سیوِل جانے کا موقع ملا ہو تو آپ نے وہ عظیم الشان عمارت ضرور دیکھی ہوگی جو دریائے الکبیر کے قریب شہر پناہ کے باہر واقع ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اب بھی اس کے دروازے پر کھڑا اس کے نزدیک محافظ خانہ کو دیکھ رہا ہوں۔

جب ہسپانوی فرائض کی ادائیگی کے بعد فارغ ہوتے ہیں تو وہ تاش کھیلتے ہیں یا سونے میں وقت گزارتے ہیں۔لیکن میں جو ایک آزاد نوویرو ہوں ہمیشہ خود کو کسی نہ کسی کام میں

مصروف رکھتا تھا۔ان دنوں میں پیتل کی تار سے ایک زنجیر بنانے میں مصروف تھا۔

ایک دن میرے ساتھی بولے:۔"گھنٹہ بج رہا ہے اور لڑکیاں کام پر جا رہی ہیں۔"

آپ کے علم میں ہے کہ وہاں سگار بنانے کے لیے چار پانچ سو عورتیں ملازم ہیں جو ایک بڑے سے کمرے میں سگار لپیٹنے کے کام پر مامور ہوتی ہیں۔اس کمرے میں کوئی شخص میونسپل مجسٹریٹ کی خصوصی اجازت کے بغیر قدم رکھنے کی جرات نہیں کرسکتا کیونکہ وہاں لڑکیاں۔۔خصوصاً دوشیزائیں۔۔سارے کپڑے اتار کر کام کرتی ہیں۔اور موسم گرما میں جب نو جوان عورتیں کھانے کے بعد کام پر واپس جاتی ہیں تو بہت سے نو جوان مردان کو وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔

ان عورتوں میں بہت کم ایسی ہوں گی جو ایک ریشمی سر پوش کے تحفہ کو قبول نہ کریں۔جن مردوں کو اس قسم کے کھیل سے دلچسپی ہے تو وہ اپنا مطلب پورا کر لیتے ہیں۔جب دوسرے لوگ انہیں دیکھنے میں محو ہوتے تو میں دروازے کے نزدیک اپنی نشست پر بیٹھ کر زنجیر بناتا رہتا۔میں نو جوان تھا اور گھر جانے کے لیے بے تاب تھا۔مجھے اس بات کا یقین تھا کہ میرے ملک کی لڑکیاں ہی۔۔جو نیلے سکرٹ پہنتی ہیں اور جن کے گیسوان کے شانوں پر بکھرے ہوتے ہیں۔۔۔دنیا کی حسین ترین مخلوق ہے۔

اس کے علاوہ مجھے اندلسیوں سے خوف محسوس ہوتا تھا۔میں ابھی تک ان کے طور طریقوں سے پوری طرح مانوس نہیں ہوا تھا۔وہ ہمیشہ ایک دوسرے کو طعنے دیتے تھے اور کبھی کوئی سنجیدہ بات منہ سے نہیں نکالتے تھے۔میں اپنی زنجیر بنانے میں مشغول تھا کہ اس

دوران میں نے چند شہریوں کو باتیں کرتے سنا۔

’’ذرا اس معشوق کو تو دیکھو۔‘‘

میں نے سر اوپر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جمعہ کا دن تھا اور میں اس لمحے کو کبھی ذہن سے نہیں نکال سکوں گا جب میں نے اس کارمن کو دیکھا جس سے آپ بخوبی واقف ہیں اور جس کے مکان پر چند ماہ پہلے میں نے آپ کو بیٹھے دیکھا تھا۔ اس نے ایک سرخ سکرٹ پہنا تھا جو بہت چھوٹا تھا اور جس میں سے اس کی سفید ریشمی جرابیں صاف دکھائی دے رہی تھیں، جن میں کئی سوراخ تھے۔ اس نے چمڑے کے چھوٹے بوٹ پہن رکھے تھے جو قرمزی رنگ کے فیتوں سے بندھے تھے، اس نے اپنی سرپوش سرکائی تھی تا کہ اس کا چہرہ اور اس کے شانوں کی جنبش آسانی سے نظر آ سکے۔ اس کے سینے پر ایک پھول سجا تھا اور ایک پھول اس نے اپنے دانتوں میں بھی پکڑا ہوا تھا۔

میرے ملک میں لوگ کسی عورت کو اس قسم کے لباس میں دیکھتے ہیں تو اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔ لیکن سیول میں ہر شخص اس لڑکی کو سلام کرتا اور اس پر فقرے کستا۔ وہ ان سب کو ترکی بہ ترکی جواب دیتی، اپنے کولھوں پر ہاتھ رکھ کر چاروں طرف نگاہ بازیاں کرتی ہوئی چلتی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک نڈر جپسی دکھائی دیتی تھی۔

پہلے تو میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا اور اپنے کام میں مشغول رہا۔ خواتین اور بلیوں کی فطرت ہوتی ہے کہ انہیں بلایا جاتا ہے تو وہ نہیں آتیں اور جب نہ بلایا جائے تو التفات کا اظہار کرتی ہیں۔ وہ میرے سامنے آ کر رک گئی اور اندلسی لہجے میں کہنے لگی:۔

’’کیوں دوست کیا تم یہ زنجیر مجھے دو گے کہ میں اس سے صندوق کی چابی لٹکا سکوں؟‘‘

میں نے جواب دیا:۔

’’یہ میری رنجک کی سوئی لٹکانے کے لیے ہے۔‘‘

’’تمہاری رنجک کی سوئی! آہ تو آپ فیتہ بناتے ہیں جو آپ کو سوئیوں کی ضرورت ہے۔‘‘

سب میری جانب دیکھ کر ہنسنے لگے۔ شرم کے مارے میرا چہرہ سرخ ہو گیا اور میں کوئی جواب نہ دے سکا۔

’’اچھا تو میرے عزیز! میرے مینٹلا (سرپوش) کے لیے بھی سات گز سیاہ فیتہ بنا دو۔‘‘

پھر اپنے ہونٹوں سے پھول نکال کر اس نے انگوٹھی کو حرکت دی اور پھول میری طرف پھینکا جو میری آنکھ پر لگا۔ کیا بتاوں جناب! مجھے ایسا لگا کہ میں گولی کا نشانہ بنا ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ میں ایک بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ جب وہ کارخانہ میں داخل ہو گئی تو میں نے اپنے قدموں میں پڑے پھول کی طرف دیکھا۔ معلوم نہیں کہ مجھے کیا ہو گیا۔ میں نے ساتھیوں کی نظر بچا کر وہ پھول اٹھا لیا اور احتیاط سے اپنے کوٹ میں رکھ دیا۔ یہی میری پہلی حماقت تھی۔

دو تین گھنٹے گزرنے کے بعد جب میں اس واقعہ کے متعلق سوچ رہا تھا تو ایک قلی

بھاگتا ہوا محافظ خانے میں آیا۔اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور وہ بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔اس نے ہمیں بتایا کہ کارخانے کے اندر بڑے کمرے میں ایک خاتون کا قتل ہوا ہے اور یہ ضروری ہے کہ اندر پہرہ لگا دیا جائے۔سارجنٹ نے مجھے دو آدمیوں کو ساتھ لے کر حالات معلوم کرنے کا حکم دیا۔

میں آدمی ساتھ لے کر چل دیا۔جناب اس منظر کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو میں نے اندر داخل ہو کر دیکھا۔تین سو برہنہ خواتین چیخ رہی تھیں، چلا رہی تھیں اور انہوں نے اتنا شور مچا رکھا تھا کہ آپ بجلی کی کڑک بھی بھول جائیں۔

ایک طرف ایک خاتون خون میں لت پت پڑی تھی۔اس کی پیشانی پر چاقو کے ضرب کا نشان بنا تھا۔زخمی عورت کو چند شریف خواتین نے سنبھال رکھا تھا۔اس کے مقابل کارمن کھڑی تھی جسے اس کے پانچ چھ ساتھیوں نے پکڑ رکھا تھا۔زخمی عورت چلا رہی تھی کہ میں مر رہی ہوں اور کسی پادری کو بلانا چاہتی ہوں۔کارمن نے کچھ نہ کہا۔اس نے دانت پیستے ہوئے ایک گرگٹ کی کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔

میں نے پوچھا:۔''یہ کیا ہوا ہے؟''

مجھے معلومات حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ساری خواتین ایک ساتھ بول اٹھیں۔

آخر معلوم ہوا کہ زخمی عورت نے شیخی ماری تھی کہ اس کی جیب میں اتنی نقدی ہے جس سے وہ منڈی سے ایک گدھا خرید سکتی ہے۔اس کی یہ بات سن کر قینچی جیسی چلتی زبان رکھنے والی

کارمن کہنے لگی :۔

’’بڑی آئی گدھا خریدنے والی ! ارے تمہاری جیب میں تو برش خریدنے کے بھی پیسے نہیں‘‘

یہ طعنہ سن کر دوسری خاتون جل کر کہنے لگی :۔

’’مجھے برش خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ میں ان کے بارے میں کچھ جانتی ہوں۔خدا کے فضل سے میں تم جیسی جپسی یا شیطان کی اولاد ہونے کا شرف نہیں رکھتی۔‘‘

بس اس بات پر بحث شروع ہوئی۔کارمن نے سگار کاٹنے والے چاقو سے اس خاتون کے چہرے پر وار کیا۔معاملہ بالکل واضح تھا۔میں نے کارمن کو بازو سے پکڑ کر کہا :۔

’’میرے ساتھ محافظ خانہ کو چلو۔‘‘

اس نے عجیب نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے مطیع لہجے میں کہا :۔

’’چلیے۔میرا سرپوش کہاں ہے؟‘‘

اس نے اسے کچھ اس طور سے اپنے سر پر ڈالا کہ صرف اس کی حسین آنکھیں ہی نظر آ سکتی تھیں۔اس کے بعد وہ مکمل خاموشی سے ہمارے پیچھے آنے لگی۔جب ہم محافظ خانہ پہنچے تو کوارٹر ماسٹر نے کہا کہ یہ بڑا نازک معاملہ ہے اس لیے ملزمہ کو ضرور حوالات میں بند کر دینا چاہیے۔اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں اسے وہاں سے لے جاؤں۔

میں نے اسے دو سپاہیوں کے حوالہ کیا اور خود پیچھے پیچھے چلنے لگا۔پہلے تو جپسی عورت خاموش رہی لیکن سنپولی محلّہ میں (آپ کو علم ہے کہ وہ کس قدر پر پیچ محلّہ ہے) پہنچ کر اس نے

خاموشی توڑ دی۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگی:۔

''میرے افسر! تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

''حوالات کی طرف''

میں نے نہایت نرمی سے اس طرح جواب دیا جیسے ایک سچے سپاہی کے لیے لازم ہے، خصوصاً اس وقت جب اس کی قیدی ایک خاتون ہو اور خاتون بھی جپسی ساحرہ کارمن۔

اس نے دھیرے سے کہا:۔

''ہائے افسوس! میرا کیا حشر ہوگا۔ میرے افسر! مجھ پر رحم کرو۔ مجھے تو آپ بہت مہربان نظر آتے ہیں۔ مجھے بھاگ جانے دیجیے۔ میں آپ کو بارلاچی کا ٹکڑا دے دوں گی جس کے اثر سے ساری عورتیں آپ سے محبت کرنے لگ جائیں گی۔''

(جناب! بارلاچی ایک قسم کا پتھر ہے۔ جپسیوں کے عقیدے کے مطابق اس سے ایک شخص عورت کو مطیع کر سکتا ہے۔ اسے تھوڑا سا رگڑ کر پانی کے گلاس میں عورت کو پلا دیں تو وہ آپ کی مطیع اور فرمانبردار ہو جائے گی۔)

میں نے نہایت متانت سے جواب دیا:۔

''بند کرو یہ فضول باتیں اور آرام سے حوالات چلو۔ ہمیں یہی حکم ملا ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔''

ہم باسیک لوگوں کی زبان ایسی ہے جو ہسپانوی لوگ فوراً پہچان لیتے ہیں اس لیے کارمن کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوئی کہ میں صوبہ جات کا رہنے والا ہوں۔ اور جناب! آپ تو

جانتے ہوں گے کہ جپسی لوگ جن کا کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہوتا، جگہ جگہ گھومتے رہتے ہیں اور تمام زبانیں بول سکتے ہیں۔ وہ ہر مقام کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ پرتگال یا فرانس میں بودوباش اختیار کر سکتے ہیں تو افریقہ اور انگلستان میں بھی بلا تامل جا سکتے ہیں۔ اسی لیے کارمن کو باسیک زبان خوب آتی تھی۔

اس نے میری مادری زبان میں کہا:۔

''میرے دوست! کیا تمہارا تعلق صوبہ جات سے تو نہیں؟''

(جناب! ہماری زبان اتنی میٹھی اور پیاری ہے کہ جب ہم اسے کسی غیر جگہ سنتے ہیں تو ہمارے بدن میں کپکپی دوڑ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے وطن کی یاد ستانے لگی۔)

جب میں نے اپنے وطن کی بولی سنی تو بہت متاثر ہوا اور باسیک زبان میں آہستہ سے جواب دیا:۔

''میں الیزنڈو کا باشندہ ہوں۔''

وہ بولی، ''میں اچھالر سے تعلق رکھتی ہوں جو تمہارے وطن سے چار گھنٹے کی دوری پر ہے۔ میں چھوٹی تھی جب مجھے جپسیوں نے اغوا کیا تھا۔ میں کارخانہ میں مزدوری کرتی ہوں اور محنت و مشقت سے پیسے جمع کرتی ہوں تاکہ جپسیوں کو یہ رقم دے کر پھر اپنی ماں کے پاس واپس جا کر رہوں۔ اس بیچاری کا صرف میں ہی سہارا ہوں یا ایک باغ ہے جس میں مزیدار سیبوں کے بیس درخت ہیں۔ کب آئے گا وہ دن جب میں ان پہاڑوں میں پہنچوں گی۔ یہ عورتیں مجھے بہت ذلیل سمجھتی ہیں کیونکہ میں غنڈوں اور باسی سنگترے فروخت کرنے والوں کے اس

شہر سے تعلق نہیں رکھتی ۔ یہ ادنیٰ طبقے کی عورتیں میری مخالف ہیں کیوں کہ میں نے ایک دن ان سب سے کہہ دیا تھا کہ ان کے سیول علاقے کے تمام شیخی خور مرد اپنے چاقوؤں سے لیس ہوکر ہمارے علاقے کے ایک ایماندار لڑکے سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

جناب! وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ وہ ہمیشہ جھوٹ بولتی ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں اور پورا یقین ہے کہ اس لڑکی نے ساری عمر میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا جس میں ذرہ بھر سچائی ہو۔ لیکن اس وقت میں نے اس کی ان چکنی چپڑی باتوں پر یقین کرلیا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی باسیک بولتی تھی۔ مجھے یقین ہوا کہ وہ نیویرے کی رہنے والی ہے۔ اس کی آنکھیں، منہ اور چہرہ صاف چغلی کھا رہی تھیں کہ وہ جپسی ہے۔ لیکن اس وقت میں گدھا بن گیا تھا۔ پاگل ہوگیا تھا میں!۔ میں نے بالکل یقین کرلیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر میرے ساتھی ہسپانوی میرے ملک کے خلاف زبان کھولتے تو میں بھی ان کے چہروں پر ایسے کاری ضرب لگاتا جیسے اس لڑکی نے لگایا ہے۔ دراصل اس وقت میں ایک ایسے انسان کی طرح تھا جس نے حد سے زیادہ پی رکھی ہو۔ میں نے بھی اس کی طرح فضول باتیں شروع کیں اور اپنے فرض سے غافل ہوگیا۔

وہ بولی، ''اگر میں تمہیں دھکا دے دوں اور تم گر پڑو تو مجھے روکنے کے لیے صرف یہی دو آدمی رہ جائیں گے۔''

میں اپنے افسر کا حکم بھلا کر اس سے کہہ بیٹھا، ''خوب میری ہم وطن خاتون، کوشش کر کے دیکھ لو۔ خدا اس میں تمہارا مددگار ہو!''

اس وقت ہم ان تنگ و تاریک گلیوں سے گزر رہے تھے جن کی سیول میں کثرت ہے۔اچانک کارمن پلٹی اوراپنی مٹھی بند کر کے میرے سینے پر ایک گھونسہ دے مارا۔میں جان بوجھ کر منہ کے بل گر پڑا۔اس نے ایک جست لگائی اور میرے اوپر کود کر بھاگ گئی۔صرف اس کی دو ٹانگیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔لوگ باسیک ٹانگوں کو بہت سراہتے ہیں۔اس دن میں نے دیکھ لیا کہ واقعی لوگ سچ کہتے ہیں۔میں تیزی سے اٹھا اور اپنی برچھی کو تنگ گلی میں آڑا رکھ دیا جس سے میرے ساتھی کچھ دیر کے لیے رک گئے۔پھر میں نے بھی دوڑ لگا دی اور میرے ساتھی بھی میرے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔لیکن اتنے میں وہ کہیں سے کہیں جا پہنچی تھی۔دوسرے ہم برچھیوں،تلواروں اور نیزوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔اس کے علاوہ اس علاقے کے تمام آوارہ گردوں نے بھی اس کے فرار میں مدد دی۔وہ ہم پر ہنستے اور ہمیں غلط راستہ بتاتے۔کافی دیر تک دوڑنے کے بعد ہم نے یہ بہتر سمجھا کہ داروغۂ جیل کی رسید لیے بغیر ہی محافظ خانہ کو واپس لوٹ جائیں۔

میرے دو ساتھی سپاہیوں نے سزا سے بچنے کے لیے کہہ دیا کہ میں اور کارمن باسک زبان میں دیر تک گفتگو کرتے رہے ہیں۔اور یہ قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا کہ ایک کمزور لڑکی گھونسے سے میرے جیسے تنومند آدمی کو گرا سکے۔میرے افسروں کے دل میں شکوک پیدا ہوئے،جو بجا تھے۔مجھے ایک ماہ کے لیے جیل میں ڈالا گیا۔جب سے میں بھرتی ہوا یہ میری پہلی سزا تھی۔

جیل میں میرے کچھ دن بہت برے گزرے۔بطور سپاہی بھرتی ہوتے وقت میں

نے سوچا تھا کہ میں کم از کم ایک افسر کے مرتبہ کو ضرور پہنچوں گا۔ میرے دو ساتھی اس منصب پر پہنچ چکے تھے لیکن اب جیل میں میں نے خیال کیا۔ کہ یہ واقعہ میرے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔ جس نے اس تمام خدمت کو جو میں نے نہایت جانفشانی سے انجام دی ہے، بالکل ضائع کر دیا ہے۔ اپنے افسران بالا کی نگاہوں میں خود کو لائق ثابت کرنے کے لئے اب مجھے پہلے سے دس گنا زیادہ کام کرنا پڑے گا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ سزا مجھے کس لئے دی گئی ہے؟ ایک زنگاری کے لئے جو اس وقت شہر کے کسی گوشہ میں ایک آزاد چڑیا کی طرح پھر رہی ہوگی، اور مجھ پر ہنستی ہوگی تاہم میرے دل میں اس کا خیال ضرور تھا۔ جناب؛ وہ جرابیں جن میں کئی سوراخ تھے۔ مجھے اس وقت یاد آتیں جب جیل کی کھڑکی میں سے میں ان تمام عورتوں کو دیکھتا رہتا جو بازار میں سے گزرتیں۔ لیکن مجھے اس کا چہرہ نظر نہ آتا۔ اور پھر میں اس پھول کو گلے سے لگا لیتا جو اس نے میری طرف پھینکا تھا۔ اور جو گو کملا گیا تھا لیکن ابھی تک اس میں خوشبو باقی تھی۔ اگر دنیا میں سحر کا وجود ہے تو یہ لڑکی ضرور ایک ساحرہ تھی۔

ایک دن محافظ اندر داخل ہوا۔ اور مجھے ایک روٹی دے کر کہنے لگا۔ یہ لو۔ یہ تمہاری خالہ زاد بہن نے بھیجی ہے۔ میں نے حیرت سے وہ روٹی لے لی۔ میری کوئی خالہ زاد بہن نہیں تھی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید محافظ غلطی سے مجھے دے گیا ہو۔ روٹی تازہ تھی۔ اور اتنی تازہ تھی۔ کہ میں نے یہ خیال کیے بغیر کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔ یا کس کے لئے آئی ہے۔ اسے کھانا شروع کر دیا۔ جب میں اسے کاٹ رہا تھا تو میرا چاقو کسی چیز سے لگا۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں ایک چھوٹی سی ریتی اور ایک اشرفی تھی۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ تحفہ

ضرور بالضرور کارمن نے بھیجا ہے۔اس کی نسل کے تمام لوگ آزادی کے ازحد خواہاں ہیں۔ اور وہ قید میں ایک دن بھی رہنا گوارا نہیں کر سکتے ،علاوہ ازیں وہ لڑکی ازحد مکار تھی۔اس نے محافظوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ روٹی بھیجی تھی۔ایک گھنٹے کے اندر جیل کی موٹی سلاخیں اس چھوٹی سی ریتی سے کاٹی جا سکتی تھیں۔اور اس اشرفی سے میں کسی دکان سے لباس خرید کر بھیس بدل سکتا تھا۔آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایک آدمی جو کئی دفعہ باز کے بچوں کے لئے اونچے اونچے درختوں پر چڑھ سکتا ہو، وہ ایک کھڑکی سے جو زمین سے بمشکل تیس فٹ اونچی ہو، بازار میں اترنے کے لئے زیادہ پریشان نہیں ہوسکتا۔لیکن میں بھاگنا نہ چاہتا تھا۔ میں ابھی تک خود کو ایک سچا سپاہی سمجھتا تھا۔اور فرار ہونا مجھے ایک جرم عظیم نظر آتا تھا تاہم میں اس نشان سے جو اس نے یادآوری کے طور پر بھیجا تھا، میں بہت متاثر ہوا۔جب کوئی قید میں ہو۔تو وہ اس خیال سے بہت مسرور ہوتا ہے۔کہ باہر اس کا ایک دوست ہے جو اس سے ہمدردی رکھتا ہے۔البتہ وہ اشرفی مجھے تکلیف دیتی تھی۔میں چاہتا تھا کہ اسے واپس بھیج دوں لیکن مجھے اس کا کوئی پتہ معلوم نہ تھا۔اور یہ کوئی آسان کام بھی نہ تھا۔

میرا خیال تھا کہ اس سزا کے بعد مجھے کوئی اور تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی لیکن میرا یہ خیال غلط تھا۔ابھی مجھے کافی ذلیل ہونا تھا۔قید سے رہا ہو کر میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے مجھے ایک فریضہ سونپا گیا۔آپ بمشکل اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان ایسے موقع پر کیا محسوس کرتا ہے۔میرے خیال میں اگر مجھے گولی سے اڑا دیا جاتا تو یہ میرے لئے بہتر ہوتا۔

مجھے کرنل کے مکان کی پہرہ داری کی ذمہ داری سونپی گئی۔ وہ نوجوان تھا۔ اور ہمیشہ اپنے تیئں خوش رکھتا تھا۔ تمام نوجوان افسروں، بہت سے شہریوں، عورتوں اور ایکٹرسوں کا وہاں روز کا آنا جانا تھا۔ ہر ایک میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا اور میں شرمندہ ہو جاتا۔ ایک دن کرنل کی گاڑی دروازہ پر ٹھہری۔ خدمت گزار نے اتر کر دروازہ کھولا۔ لیکن آہ! اس گاڑی میں سے کون اترا؟ مادام کارمن! وہ نہایت عمدہ لباس اور زیور پہنے تھی۔ اس کے بالوں اور سینہ پر خوش نما پھول اٹکے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ایک دف تھی۔ اس کے ہمراہ دو اور جپسی عورتیں تھیں۔ ایک نوجوان اور دوسری بوڑھی تھی۔ جپسی لڑکیوں کی نگہبانی کے لئے ہمیشہ ایک بڑھیا ان کے ہمراہ ہوتی ہے۔ ان کے بعد ایک بوڑھا جپسی ایک بربط ہاتھ میں لیے اترا۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ لوگ جپسیوں کو اپنی محفلوں میں مدعو کرتے ہیں اور ان کے گانے اور ناچ سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اور اکثر لوگ انہیں ''دوسرے'' کاموں کے لئے بھی بلاتے ہیں۔

جب ہماری نگاہیں ملیں تو کارمن نے فوراً مجھے پہچان لیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس وقت میرے دل میں یہ خواہش کیوں پیدا ہوئی کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں۔

''میرے دوست آداب! میرے افسر تم ایک امیدوار رنگروٹ کی مانند پہرہ دے رہے ہو؟''

اور اس سے پہلے کہ میں جواب کے لیے موزوں الفاظ تلاش کرتا وہ مکان کے اندر چلی گئی۔

تمام مہمان کمرے میں جمع تھے اور مجھے باہر کھڑکی کی سلاخوں سے تقریباً سب کچھ اچھی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے چھیڑ چھاڑ، دف اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی

تھی۔کبھی کبھار جب وہ دف بجاتے ہوئے اچھلتی کھودتی تو مجھے اس کا خوبصورت سر دکھائی دیتا۔

پھر میں نے اپنے افسروں کو اس سے یوں ہمکلام ہوتے سنا جس سے میرا چہرہ غضبناک ہوگیا۔لیکن کارمن نے انہیں کیا جواب دیا، یہ میں نہیں جانتا۔اس وقت میں نے جانا کہ مجھے اس سے عشق ہوگیا ہے۔دو تین بار میرے دماغ میں کمرے کے اندر گھسنے اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے والے تماش بینوں کو قتل کرنے کا خیال آیا۔یہ محفل کوئی ایک گھنٹہ جاری رہی۔پھر جپسی باہر آگئے۔گاڑی تیار تھی۔کارمن نے گزرتے وقت مجھے اپنی دلکش آنکھوں سے دیکھا ۔آپ ان سے واقف ہیں۔اور پھر آہستہ سے کہا:۔

’’میرے ہم وطن! جب کسی کو عمدہ میووں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ ٹرائنا میں لیلاس پیسیاس کی دکان پر جاتا ہے۔‘‘

اس کے بعد وہ لپک کر گاڑی میں جا بیٹھی۔کوچوان نے خچروں کو چابک لگائی اور گاڑی دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگئی۔اور میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئی۔

آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب میں اپنے فرض سے سبک دوش ہوا تو میں نے سیدھی ٹرائنا کی راہ لی۔پہلے میں نے خط بنوایا، پھر بالوں اور کپڑوں کو برش کیا۔وہ لیلاس پیسیاس کی دکان پر موجود تھی۔لیلاس پیسیاس ایک کہن سالہ شخص تھا جو جپسی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔اس کا چہرہ کسی عرب کی طرح سانولا تھا۔بہت سے شہری تازہ بھنی ہوئی مچھلی کھانے کی غرض سے اس کی دکان پر آتے تھے خاص کر اس دن سے جب سے کارمن نے وہاں رہنا

شروع کیا تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ بولی:۔

’’لیلاس ! آج میں کوئی اور کام نہیں کروں گی۔کل نئے مواقع آئیں گے۔آو دوست ذرا گلگشت کریں۔‘‘

اس نے سر پوش اوڑھی اوراس سے پہلے کہ میں معلوم کروں کہ میں کہاں جا رہا ہوں، ہم ایک بازار میں تھے۔میں نے کہا:۔

’’مادام! میں اس تحفے کے لیے جو تم نے میری قید کے دنوں میں بھیجا تھا، بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔میں نے روٹی کھالی تھی۔ریتی کی مدد سے میں نے برچھی تیز کی اوراسے تمہاری یادگار سمجھ کر رکھ لیا۔مگر اپنی یہ اشرفی واپس لے لو۔‘‘

وہ قہقہہ لگا کر بولی:۔

’’تم نے یہ کیوں رکھ چھوڑی؟ اچھا یہ بہتر ہی ہوا کیونکہ آج کل میرا ہاتھ تنگ ہے۔لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں۔ایک آوارہ کتا بھوکوں نہیں مر سکتا (آوارہ کتے کو ہڈی مل جاتی ہے)۔چلو اس اشرفی سے کچھ خرید کر کھالیتے ہیں۔‘‘

ہم سیویل کی طرف واپس مڑ چکے تھے۔سنپولی سٹریٹ کے داخلی دروازے پر اس نے ایک درجن سنترے خریدے، جو اس نے میرے رومال میں ڈال دیے۔تھوڑی دور اس نے ایک رول، ایک ساسیج اور ایک شراب کی بوتل خریدی۔ پھر سب سے آخر میں وہ حلوائی

کی دکان میں داخل ہوگئی، وہاں اس نے سونے کا سکہ، جو میں نے اسے واپس کیا تھا، کاؤنٹر پر پھینک دیا، اپنی جیب سے ایک اشرفی اور چاندی کا سکہ شامل کر کے رکھ دیا، اور پھر اس نے مجھ سے سارے پیسے مانگے۔ میرے پاس صرف چند سکے تھے، جو میں نے اسے دے دیے۔ میں شرمندہ تھا کہ میرے پاس مزید کچھ نہ تھا۔

میرے خیال میں اگر اس کے پاس پیسے ہوتے تو وہ ساری دکان خرید لیتی۔ جتنے پیسے تھے اس سے اس نے ہر وہ چیز لے لی جو سب سے اچھی اور پیاری تھی، یمس (میٹھے انڈے)، ٹرم (سالن) اور خشک کیے ہوئے پھل۔ اور سارا سامان مجھے کاغذی تھیلوں میں لے جانا پڑا۔ شاید آپ کالے ڈیل کینڈیلیجو سٹریٹ کے نام سے آشنا ہیں، جہاں ڈان پیڈرو دی ایونجر کا سر ہے۔ ہم اس گلی میں ایک پرانے مکان پر رک گئے۔ وہ اندر داخل ہوئی، اور گراؤنڈ فلور پر ایک دروازے پر دستک دی۔ اسے ایک جپسی نے کھولا، جو شکل سے شیطان کی باندی لگتی تھی۔ کارمن نے اس سے رومانی میں چند الفاظ کہے۔ پہلے تو بڑھیا بڑبڑائی۔ اسے راضی کرنے کے لیے کارمن نے اسے ایک دو سنگترے اور ایک مٹھی بھر چینی بیر (ایک مٹھائی) دیے، اور اسے شراب کا مزہ چکھنے دیا۔ پھر اس نے اپنا سر پوش اتار کر دروازے کے قریب لکڑی کی پٹی سے باندھ دیا۔ جیسے ہی ہم تنہا ہو گئے وہ ہنسنے لگی اور پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگی،۔

''تو میرا جانو میں تیری دلبر۔''

وہاں میں کمرے کے وسط میں اس کی تمام خریداریوں سے لدا ہوا کھڑا تھا اور تذبذب میں تھا

کہ ان چیزوں کو کہاں رکھوں۔ اس نے ان سب کو فرش پر گرا دیا، اور اپنے بازو میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا:

''میں اپنا قرض ادا کرتی ہوں! میں اپنے قرضوں کی ادائیگی کرتی ہوں! یہ کالیز (جپسیوں) کا قانون ہے۔''

آہ، جناب، وہ دن! وہ دن! جب میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں تو میں بھول جاتا ہوں کہ آنے والا کل میرے لیے کیا لائے گا!"

ایک لمحے کے لیے ڈاکو نے خاموشی اختیار کی، پھر جب اس نے اپنا سگار روشن کیا تو دوبارہ گویا ہوا۔

ہم نے سارا دن کھاتے پیتے ایک ساتھ گزارا۔ وہ چھ سال کے کسی بچے کی طرح لگ رہی تھی جب وہ شکر کی ٹکیوں سے مٹھّیاں بھر بھر کر نکالتی اور بوڑھی عورت کے پانی کے برتن میں ڈالتی۔ ''اس سے اس کے لیے شربت بن جائے گا" وہ کہتی جاتی۔ اس نے یمس (میٹھے انڈوں) کو دیواروں سے ٹکرا کر توڑ دیا۔'' یہ مکھیوں کو ہمیں پریشان کرنے سے روکیں گے۔'' اس نے ہر طرح کا بھونڈا انداق کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے اس کا رقص دیکھنے کی خواہش ہے لیکن اس کے پاس کھرتال نہیں۔ فوری طور پر اس نے بوڑھی عورت کی واحد مٹی کے پلیٹ کو اٹھا کر توڑ ڈالا اور جپسی رقص شروع کیا۔ ٹوٹے ہوئے برتن کے ٹکڑوں سے وہ ایسی آوازیں نکالنے لگی جیسے وہ آبنوس اور ہاتھی دانت کے بنے ہو۔ اس لڑکی کے ساتھ وقت خوب گزرا، شام ڈھل گئی، اور میں نے فوجی ڈرم کی آواز سنی۔ "" مجھے حاضری لگانے کے

لیے کوارٹرز واپس جانا ہوگا،" میں نے کہا۔

''کوارٹرز کو!" اس نے حقارت سے جواب دیا۔' کیا تم ایک نیگرو غلام ہو کہ خود کو ان حاکموں کا پابند کرتے ہو؟ تم کینیری پرندے (زرد رنگ کی چڑیا) کی طرح بے وقوف ہو۔ آپ کا لباس آپ کی فطرت کے مطابق ہے (ہسپانوی سپاہی زرد رنگ کی وردی پہنتے ہیں۔)۔ افسوس کہ تمہارے سینے میں مرغی کا دل ہے۔''

میں رک گیا اور گارڈ روم میں سزا پانے کے بارے میں سوچتا رہا۔ اگلی صبح ایک دوسرے سے رخصت لینے کی بات اس نے چھیڑی۔

وہ مجھ سے بولی، " پیارے دوست! کیا میں نے آپ کا قرضہ چکا دیا۔ کیا ایسا نہیں؟ ۔ ہمارے قانون کے مطابق، میں آپ کی مقروض نہیں رہی۔ تم ایک تنخواہ دار سپاہی اور ایک اچھے انسان ہو۔ تم نے مجھے بہت خوش کیا ہے۔ چلو چلتے ہیں۔ دن بخیر''

میں نے اس سے پوچھا کہ دوبارہ ملاقات کب ہوگی۔

''جب تمہاری بے وقوفی کم ہو جائے گی،" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ پھر ذرا متانت سے کہنے لگی،' کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں سچ پر یقین رکھتی ہوں اور یہ کہ میں تم سے تھوڑا بہت پیار کرتی ہوں؛ لیکن یہ قائم نہیں رہ سکتا! کتا اور بھیڑیا زیادہ دیر تک اکھٹے نہیں رہ سکتے۔ شاید اگر تم جپسی ہو گئے تو میں تمہاری بن سکتی ہوں۔ لیکن یہ سب بکواس ہے، ایسی چیزیں ممکن نہیں ہیں۔ لڑکے! تم نے بہت عمدہ سودا کیا۔ تم نے شیطان کے ساتھ شب بسر کی، ہاں شیطان کے ساتھ جو ہمیشہ کالا نہیں ہوتا۔ شکر کرو کہ تمہاری گردن سلامت ہے۔ میں اونی

سوٹ پہنے ہوں لیکن میں کوئی بھیڑ نہیں ہوں۔ جاو اور ہولی ورجن (مقدس دوشیزہ) کے چرنوں میں شمع جلاو کہ وہ ہی اس کی واقعی حقدار ہے۔ اچھا الوداع! کارمن کے بارے میں مزید مت سوچو، ورنہ وہ تمھیں لکڑی کی ٹانگوں والی بیوہ سے شادی کرنے پر مجبور کر دے گی۔ یہ کہتے ہوئے س نے دروازہ بند کرنے والی بار کو پیچھے ہٹا دیا، اور ایک بار جب ہم گلی میں نکلے تو اس نے اپنا سر پوش اوڑھ لیا۔

اس نے سچ کہا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں سوچنے کی بجائے کچھ اور بہتر کام کرنا چاہیے۔ لیکن کالے ڈیل کینڈیلیجو میں اس دن کے بعد میں اور کسی دوسری چیز کے بارے میں سوچنے سے معذور تھا۔ سارا دن میں اس سے ملنے کی امید پر گھومتا پھرتا۔ میں نے اس بڑھیا اور تلی ہوئی مچھلی بیچنے والے سے اس کے بارے میں دریافت کیا، دونوں نے مجھے بتایا کہ وہ پرتگال کی طرف نکل گئی ہے، انہوں نے شاید کارمن کے کہنے پر ایسا کہا تھا،

لیکن جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ کالے ڈیل کینڈیلیجو کے اس واقعہ کے چند ہفتے بعد شہر کے ایک دروازے پر میری ڈیوٹی لگائی گئی، مرکزی گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر شہر پناہ میں شگاف پڑ گیا تھا۔ مستری دن کے وقت اس پر کام کرتے رہے اور رات کے وقت اس پر ایک چوکیدار تعینات کیا گیا تھا تا کہ چوروں کو اندر جانے سے روکا جا سکے۔ ایک دن میں نے لیلاس پاستیا کو گارڈ روم کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ وہ سپاہیوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ وہ سب اسے اچھی طرح جانتے تھے، اور اس کی تلی ہوئی مچھلی اور پکوڑوں کی تعریف کرتے تھے۔ وہ میرے پاس آیا، اور پوچھا کہ آیا کارمن کے بارے میں

مجھے کچھ معلوم ہوا ہے کہ نہیں۔ میں نے نفی میں جواب دیا۔

''اچھا تو پھر تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔''

اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس رات مجھے دیوار میں شگاف کی حفاظت کے لیے تعینات کیا گیا تھا۔ جیسے ہی سارجنٹ رخصت ہوا میں نے ایک عورت کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ یہ کارمن ہے۔ پھر بھی میں نے چلا کر کہا:

'' رکو! یہاں سے کوئی نہیں گزر سکتا!"

''خاموش! چیخنا بند کرو" اس نے خود کو مجھ پر ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

" کیا! کیا یہ تم ہو کارمن؟"

''ہاں، میرے ہم وطن۔ چلو چند کام کی باتیں کرتے ہیں۔ کیا تم روپے کمانا پسند کرو گے؟ کچھ لوگ بنڈل لے کر آئیں گے۔ انہیں یہاں سے گزرنے دو۔"

'' نہیں'' میں نے کہا، 'مجھے ان کو گزرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ مجھے ایسے احکام ملے ہیں۔''

'' حکم! حکم! تمہیں ڈروتھی کے مکان پر ان احکام کا خیال کیوں نہیں آیا۔''

'' آہ!' میں اس رات کے بارے میں سوچ کر پاگلوں کی طرح رو پڑا۔'' ایسا کرنا فرض سے کوتاہی ہوگی۔ لیکن میں چوروں سے روپے نہیں لینا چاہتا!"

''ٹھیک ہے، اگر تم پیسے نہیں لینا چاہتے تو پھر بوڑھی ڈروتھی کے مکان پر دوبارہ کھانا کھانے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'

’’نہیں،"میں نے کہا۔’’یہ ناممکن ہے۔‘‘

"بہت اچھا! اگر آپ کو اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو میں جانتی ہوں کہ کس سے مدد لینی ہے۔ میں تمہارے افسر کو یہ پیشکش کروں گی کہ آیا وہ میرے ساتھ ڈوروتھی کے مکان پر جانا قبول کرتا ہے؟ وہ بہت معقول آدمی ہے۔وہ یہاں کسی ایسے شخص کو مامور کر لے گا جو تمہاری طرح فرض شناس نہ ہو۔ اچھا دوست! خدا حافظ! میں اس وقت ہنسوں گی جب تمہارے لیے پھانسی کا حکم جاری ہوگا۔‘‘

اس کو واپس بلانے کی خواہش نے مجھے کمزور کر دیا اور میں نے وعدہ کیا کہ اگر ضروری ہوا تو تمام جپسیوں کو گزرنے کا رستہ فراہم کروں گا، تا کہ میں صرف وہی انعام حاصل کر سکوں جس کی مجھے خواہش تھی۔اس نے دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کیا اور اپنے دوستوں کو اطلاع دینے کے لیے بھاگی، جو قریب ہی تھے۔وہ کل پانچ افراد تھے، جن میں سے ایک پاستیاس تھا، سبھی انگریزی سامان سے لدے تھے۔اس نے کہا کہ گشت والے نظر آئے تو میں اپنی گھنٹیاں بجا کر انہیں آگاہ کروں، لیکن اس کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ سمگلروں نے ایک لمحے میں اپنا کام ختم کر دیا۔

اگلے دن میں کینڈیلیجو سٹریٹ گیا۔کارمن میرا انتظار کر رہی تھی۔اس کا مزاج کافی ناخوشگوار تھا۔اس نے کہا:۔

’’مجھے ان لوگوں کی رتی بھر پرواہ نہیں جو لوگوں سے منتیں کرواتے ہیں۔پہلی دفعہ تم نے کوئی فائدہ اٹھائے بغیر میرا کام کیا تھا۔لیکن آج تم معاوضہ مانگ رہے ہو۔خدا جانے

میں یہاں آئی ہی کیوں۔ اب مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ اپنی تکلیف کا یہ معاوضہ لو اور یہاں سے چلے جاو۔''

میرا دل چاہا کہ روپے واپس اس کے منہ پر دے ماروں لیکن میں نے بڑی مشکل سے خود کو قابو کیا۔ ایک گھنٹہ تک بحث کرنے کے بعد میں سخت طیش میں وہاں سے چلا آیا اور دیر تک شہر میں کسی پاگل کی طرح اِدھر ادھر پھرتا رہا۔ آخر میں ایک گرجا میں داخل ہو کر تاریک ترین گوشہ میں بیٹھ گیا اور میری گھگھی بندگئی۔

اچانک ایک آواز آئی:۔

''سپاہی کے آنسو! میں ان سے امرت بناوں گی!''

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میرے سامنے کارمن کھڑی تھی۔ وہ کہنے لگی:۔

''میرے ہم وطن! کیا تم اب بھی میری طلب کی خواہش رکھتے ہو؟ میرے خیال میں مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے کیوں کہ جب تم مجھے چھوڑ آئے تو میں نے سوچا کہ اب کیا کروں۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں اور ہاتھ جوڑتی ہوں کہ اب کانڈیلیجو سٹریٹ چلے چلو۔''

میں پھر رضا مند ہوا۔ کارمن کا مزاج ہماری آب و ہوا کی مانند متلون تھا۔ جب سورج بہت تیزی سے چمکتا ہے تو طوفان کا زور بہت جلد ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ کارمن نے ایک بار پھر ڈوروتھی کے مکان پر ملنے کا وعدہ کیا لیکن وہ نہ آئی۔ ڈوروتھی نے مجھے آرام سے بتایا کہ کارمن کسی خاص کام کے سلسلے میں کہیں گئی ہوئی ہے۔

میں نے کارمن کو ہر اس جگہ تلاش کیا جہاں اس کی موجودگی متوقع تھی۔ میں دن کے وقت بار

بار کا نڈیلیجو سٹریٹ کی خاک چھانتا رہتا۔آخر ایک دن جب میں ڈوروتھی کے مکان پر موجود تھا کہ کارمن اندر داخل ہوگئی۔ایک نوجوان آدمی اس کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔وہ میری رجمنٹ کا لیفٹیننٹ تھا۔

اس نے باسیک زبان میں کہا:۔''فوراً یہاں سے چلے جاو! ''
لیکن میں ٹس سے مس نہ ہوااور وہی کھڑا رہا۔میری حالت غضبناک ہوتی جارہی تھی۔
لیفٹیننٹ بولا،''یہ شخص یہاں کیا کررہا ہے۔دفع ہو جاو یہاں سے!''
اس کے باوجود میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔مجھے لگا کہ میں اپنے اعضاء کا استعمال بھول چکا ہوں۔جب لیفٹیننٹ نے دیکھا کہ میں اپنی جگہ سے سرکا تک نہیں اور نہ ہی اسے دیکھ کر میں نے سلام کے لیے اپنی ٹوپی اٹھائی تو اس نے مجھے کالر سے پکڑا اور زور زور سے جھنجھوڑا۔خدا جانے میرے منہ سے کیا نکل گیا کہ اس نے تلوار سونت لی۔میں نے بھی اپنی تلوار میان سے نکالی۔بڑھیا نے میرا بازو پکڑا اور لیفٹیننٹ کی ضرب سے میری پیشانی پر زخم لگا۔۔اس زخم کا نشان اب بھی میری پیشانی پر موجود ہے۔میں تھوڑا سا پیچھے ہوااور ایک ہی جھٹکے میں بڑھیا کو زمین پر پھینک دیا۔پھر جیسے ہی لیفٹنٹ میری طرف بڑھا میں نے اسے تلوار کی نوک پر لے کر زمین پر گرادیا۔کارمن نے روشنی گل کر کے بڑھیا کو وہاں سے بھاگنے کے لیے کہا۔میں بازار میں نکل کر دوڑنے لگا۔

مجھے لگا کہ کوئی میرے تعاقب میں ہے۔جب میرے حواس بجا ہوئے تو میں نے کارمن کو اپنے پہلو میں پایا۔اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے نہیں چھوڑا۔

وہ بولی:۔’’ تم واقعی گدھے ہو۔تم صرف حماقت ہی کر سکتے ہو۔ اب تمہیں پتہ چلا کہ میں میری بات غلط نہ تھی جب میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ضرور تمہیں کسی مصیبت میں گرفتار کروں گی۔لیکن ہر بیماری کا علاج ہے۔اب تم یہ رومال سر پر باندھ لواور اپنی تلوار کی پیٹی مجھے دے دو۔میرا انتظار کرو، میں بس دو منٹ میں واپس آتی ہوں۔‘‘

وہ چلی گئی اور جلد ہی میرے لیے ایک دھاری دار پوشاک لے کر واپس آ گئی۔خدا جانے اس نے یہ کیسے حاصل کیا تھا۔اس نے مجھے اپنی وردی اتارنے کو کہا اور اس پوشاک کو میری قمیص پر ڈال دیا۔اس طرح اپنا حلیہ بدل کر اور پیشانی پر رومال باندھ کر میں اس کسان کی طرح نظر آنے لگا جو سیول میں سنگترے فروخت کرتا ہے۔اس کے بعد وہ مجھے ایک تنگ بازار کے رستے گلی کے آخری سرے پر واقع ایک مکان میں لے گئی۔وہاں ایک جپسی خاتون نے میرا زخم صاف کیا اور ایسی شاندار مرہم پٹی کی کہ کوئی لائق ڈاکٹر بھی نہ کر سکتا تھا۔اس نے مجھے تھوڑی سی شراب پلائی اور پھر مجھے ایک چٹائی پر لٹا دیا۔میں گہری نیند سو گیا۔ شاید انھوں نے کوئی خواب آور شے شراب میں ملائی تھی کیوں کہ میں اتنا سویا کہ اگلے روز دن چڑھے میری آنکھ کھلی۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا اور میرا جسم تپ رہا تھا۔کچھ دیر بعد مجھے وہ خوفناک حادثہ یاد آیا جس میں کل میں نے حصہ لیا تھا۔

میرے زخم کی پٹی بدل کر کارمن اور اس کی سہیلی دونوں میری چٹائی کے قریب بیٹھ گئیں اور ایک دوسرے کے ساتھ چند الفاظ کا تبادلہ کیا جو مجھے طبی مشورے معلوم ہوئے۔ان دونوں نے یقین دہانی کرائی کہ میں بہت جلد ٹھیک ہو جاوں گا۔

اس دوران میں میرے لیے جلد از جلد سیول سے باہر نکلنا ضروری تھا کیوں کہ اگر میں گرفتار ہو جاتا تو یقیناً مجھے گولی ماردی جاتی۔ کارمن نے کہا:۔

''تمھیں اب ضرور کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔ اب بادشاہ کی طرف سے تمھیں چاول اور روٹی ملنے سے تو رہی اس لیے اب تمھیں کوئی اور ذریعۂ معاش اختیار کرنا ہوگا۔ تم کافی توانا اور قوی ہو۔ میرا خیال ہے کہ تمھیں ساحل کی طرف جا کر ایک ڈاکو بننا چاہیے۔ کیا میں نے تمھیں پھانسی پر چڑھانے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ میرا خیال ہے کہ گولی سے مرنے کی بجائے یہ بہتر ہے۔ مزید یہ کہ اگر تم اپنی حفاظت کرسکو تو تم اس وقت تک شاہانہ زندگی بسر کر سکتے ہو جب تک ساحل کی پولیس تمھیں گرفتار نہیں کرتی۔''

وہ ملعونہ یہ خوف ناک باتیں کتنے مزے سے بتا رہی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے مسکراتی رہی اور ہاتھوں سے اشارے کرتی رہی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ گردن زدنی کا پوری طرح مستحق بننے کے بعد اب میرے لیے ایک یہی رستہ تو رہ گیا تھا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس نے جلد مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مائل کیا۔ مجھے لگا کہ اس خلافِ قانون اور پرخطر زندگی میں ہم دونوں ایک دوسرے سے اور بھی مانوس ہو جائیں گے۔

مجھے اکثر اندلیسیہ میں ڈاکہ ڈالنے والے ان ڈاکوؤں کا احوال سننے کا اتفاق ہوا تھا جو گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر، ہاتھ میں طپنچہ پکڑے اور اپنی محبوباؤں کو اپنے پیچھے بٹھا کر دشتوں اور کوہساروں میں پھرتے ہیں۔ میں نے چشمِ تصور میں اس حسین جپسی کو پیچھے بٹھا کر پہاڑوں اور وادیوں میں خود کو گھوڑا دوڑاتے دیکھا۔ جب میں نے اسے یہ بات بتادی تو

ہنستے ہنستے اس کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔اس نے کہا کہ دنیا کی سب سے خوشگوار چیز پڑاو کی وہ رات ہے جو عاشق اپنی محبوبہ کے ساتھ آگ سے روشن خیمے کی اوٹ میں مشغول ہوتے ہوئے گزارتا ہے۔

میں نے اس سے کہا:۔

''اگر میں تمہارے ساتھ پہاڑوں میں رہوں تو ہمیشہ تمہاری محبت میں سرشار رہوں گا اور وہاں کوئی لیفٹننٹ میری تمناوں کا خون نہیں کر سکے گا۔''

اس نے جواب دیا:۔

''آہ! تو تم بدگمان ہو؟ یہ بہت بری بات ہے۔خدا جانے تم ایسی نادانی کی باتیں کیوں کرتے ہو؟ کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ میں تم پر مرتی ہوں؟ میں نے تم سے کبھی روپے پیسوں کا ذکر نہیں کیا۔''

اس کی ایسی باتیں سن کر کئی دفعہ اس کی گردن مروڑنے کو دل چاہا۔

قصہ المختصر کارمن نے مجھے ایک شہری لباس لا کر دیا جسے پہن کر میں کسی کی نظر میں آئے بغیر سیول سے نکل گیا۔میں بوڑھے پھل فروش سے ایک سوداگر کے نام خط لے کر جیرز روانہ ہوا۔اس سوداگر کے ہاں سب چور ڈاکو جمع ہوتے تھے۔میرا تعارف ان سے کرایا گیا۔ان کے سرغنہ نے۔۔جس کا نام الڈانکیر تھا۔۔مجھے اپنے جتھے میں شامل کیا۔ہم گاسن کی طرف روانہ ہوئے جہاں کارمن سے ملاقات ہوگئی۔اس نے مجھ سے وہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ایسی ساری مہمات میں وہ ہمارے جتھے کے لیے جاسوسی کا فریضہ سرانجام دیتی تھی۔آج تک میں

نے اس جیسا بہترین جاسوس نہیں دیکھا۔ وہ ابھی جبل الطارق سے واپس آئی تھی، اور اس
نے پہلے ہی ایک جہاز کے کپتان کے ساتھ سمگل شدہ سامان سے متعلق معاملات طے کیے
تھے جو ہمیں ساحل پر وصول کرنا تھا۔ ہم ایسٹپونا کے قریب اس سامان کو حاصل کرنے گئے۔
ہم نے کچھ حصہ پہاڑوں میں چھپا لیا، اور باقی کو لاد کر ہم رونڈا کی طرف روانہ ہوئے۔
کارمن ہم سے پہلے وہاں گئی تھی۔ اس نے ہی قصبہ میں داخل ہوتے وقت ہمیں متنبہ کیا
تھا۔۔ یہ پہلا سفر اور اس کے بعد کے کئی سفر اچھے ثابت ہوئے۔ مجھے اسمگلر کی زندگی ایک
سپاہی کی زندگی سے زیادہ خوشگوار معلوم ہوئی: میں کارمن کو تحائف دے سکتا تھا، میرے پاس
پیسہ تھا، اور میری ایک داشتہ تھی۔ میں نے بہت کم یا بالکل کسی قسم کا پچھتاوا محسوس نہیں کیا، جیسا
کہ جپسی کہتے ہیں، 'خوش آدمی کبھی بھی اپنی خارش کو کھرچنے کی خواہش نہیں کرتا۔' ہمیں ہر
جگہ خوش آمدید کہا گیا، میرے ساتھیوں نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا، اور یہاں تک کہ
میرے ساتھ خاص احترام سے پیش آئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنے آدمی کو قتل کیا
تھا، اور ان میں سے بعض کے ضمیر پر اس طرح کے کارنامے کا بوجھ نہیں تھا۔ لیکن جو چیز میں
نے اپنی نئی زندگی میں سب سے زیادہ قابل قدر جانی وہ یہ تھی کہ میں کارمن کو خوب دیکھتا۔
اس نے مجھے پہلے سے زیادہ پیار دیا۔ اس کے باوجود اس نے کبھی میرے ساتھیوں کے
سامنے یہ تسلیم نہ کیا کہ وہ میری داشتہ ہے۔ اور اس نے مجھے ہر طرح کی قسمیں بھی دی تھیں
کہ میں ان سے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں اس مخلوق کے ہاتھوں میں اتنا
کمزور تھا کہ میں نے اپنی مرضی اس کی خواہشات کے تابع کر دی۔ اور اس کے علاوہ، یہ پہلا

موقع تھا جب اس نے خود کو ایک اچھے اخلاق والی عورت کے لیے مخصوص کسی صفت کے مالک ہونے کا انکشاف کیا تھا، اور میری سادگی تھی کہ میں نے یہ یقین کرلیا کہ اس نے واقعی اپنی سابقہ عادات کو ترک کر دیا ہے۔

ہمارا گروہ، جو آٹھ یا دس آدمیوں پر مشتمل تھا، فیصلہ کن لمحات کے علاوہ شاید ہی کبھی اکٹھا ہوتا، اور ہم عام طور پر قصبوں اور دیہاتوں میں دو دو یا تین تین کی ٹولیوں میں بٹے رہتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کاروبار کرنے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ ایک ٹھٹھیرا تھا، ایک اور سائیس بنا تھا؛ مجھے پھیری لگا کر خوردہ فروشی کرنا تھی، لیکن سیویل میں پیش آنے والے ناخوشگوار واقعے کے بعد میں نے بڑے مقامات پر جانا چھوڑ دیا تھا۔ ایک دن، بلکہ ایک رات، ہمیں ڈانکیر کی سربراہی میں ملنا تھا۔ میں وہاں دوسروں سے پہلے پہنچ گیا۔

"عنقریب ہمارا ایک نیا ساتھی آنے والا ہے" اس نے کہا۔ 'کارمن نے ابھی اپنی بہترین چالوں میں سے ایک کا استعمال کیا ہے۔ اس نے اپنے شوہر کے فرار کی سازش کی ہے، جو ٹاریفہ کے فوجی قلعہ میں قید تھا۔''

مجھے جپسیوں کی وہ زبان تھوڑی بہت سمجھ میں آنے لگی تھی جو تقریباً میرے تمام ساتھی بولتے تھے، اور ''شوہر'' کا لفظ سن کر میں چونک گیا۔

" کیا! ان کا شوہر؟ تو کیا وہ شادی شدہ ہے؟'' میں نے کپتان سے کہا۔

جی ہاں!' اس نے جواب دیا، ' یک چشم گارسیا سے اس کی شادی ہو چکی ہے۔۔ جو اس کی طرح ایک چالاک جپسی ہے۔ بے چارہ جیل میں پڑا تھا۔ کارمن نے جیل خانے کے سرجن کو

اپنی مقصد برآری کے لیے جال میں اس حد تک پھنسایا کہ وہ اپنے شوہر کو جیل سے باہر نکالنے میں کامیاب ہوگئی۔ ایمان سے کہتا ہوں یہ لڑکی سونے میں تولنے کے قابل ہے۔ دو سال سے وہ اس کو فرار کروانے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن وہ اس وقت تک کچھ نہیں کرسکتی تھی جب تک کہ حکام نے سرجن کو تبدیل کرنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ اس نئے سرجن کو اس نے بہت جلد پھنسالیا۔''

آپ تصور کرسکتے ہیں کہ یہ خبر میرے لیے کتنی خوشگوار تھی۔ میں نے جلد ہی یک چشم گارسیا کو دیکھا۔ وہ جپسیوں میں جنم لینے والا سب سے بدصورت وحشی تھا۔ اس کی جلد کالی تھی، اس کی روح اس سے کہیں زیادہ کالی تھی، اور میں نے اپنی زندگی میں اس جیسا ماہر غنڈا نہیں دیکھا ہے۔ کارمن اس کے ہمراہ آئی، اور جب اس نے اسے میری موجودگی میں اپنا شوہر کہا، تو کاش آپ وہاں موجود ہوتے تو خود دیکھتے کہ اس کی آنکھوں کے ڈورے کیا پیغام دے رہی تھی یا جب گارسیا اپنا چہرہ کسی دوسری طرف موڑتا تو وہ کس طرح منہ بنا بنا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں متنفر تھا، اور رات بھر اس سے ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ اگلی صبح ہم اپنا سامان تیار کر کے روانہ ہو چکے تھے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ ایک درجن گھڑ سوار ہمارے تعاقب میں ہیں۔ اندلیسیہ کے یہ شیخی خورے جو کہتے تھے کہ اپنے قریب آنے والے ہر شخص کو ماردیں گے، اب ان کی حالت قابل رحم تھی۔ یہ ایک عام شاہراہ تھی۔ ایل ڈانکیر، گارسیا، ایکیجا سے تعلق رکھنے والے ایک خوبرو نوجوان جسے ایل ریمنڈاڈو کہا جاتا تھا، اور خود کارمن نے اپنے حواس بحال

رکھے۔ باقی لوگ خچروں کو چھوڑ کر گھاٹیوں میں چلے گئے، جہاں گھوڑے ان کا پیچھا نہیں کر سکتے تھے۔ خچروں کو بچانے کی کوئی امید نہیں تھی، اس لیے ہم نے عجلت میں اپنے مال غنیمت کا بہترین حصہ اتار کر کندھوں پر لاد دیا۔ ہم نے ڈھلوان چٹانوں اور نشیبوں میں بھاگنا شروع کیا۔ ہم نے اپنی گٹھڑیاں سامنے پھینک دیں اور ایڑیوں کے بل پھسلتے ہوئے ان کے پیچھے جانے لگے۔ اس دوران دشمن نے ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ زندگی میں پہلی بار میں نے اپنے اردگرد گولیوں کی سیٹیوں جیسی آوازیں سنی لیکن میں نے کچھ زیادہ پرواہ نہیں کی۔

جب کوئی عورت دیکھ رہی ہو تو موت سے بے پرواہی برتنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں۔ ہم سب بچ گئے سوائے غریب ریمینڈاڈو کے، جس کی کمر میں گولی لگی تھی۔ میں نے اپنا پیکٹ پھینک دیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی۔

''بیوقوف!" گارسیا نے چیخ کر کہا، ' گوشت کے اس بے کار ٹکڑے کا کیا فائدہ! کام تمام کر دو اس کا، اور روئی کی جرابیں کھو نہ دینا!

''اسے چھوڑ دو!'' کارمن چیخی۔

تھکاوٹ کی وجہ سے میں اسے ایک لمحے کے لیے ایک چٹان کے نیچے لٹانے پر مجبور ہو گیا۔ گارسیا اوپر آیا، اور اس نے اپنے طمانچے سے اس کے چہرے پر گولی چلا دی۔' کوئی نہایت ہی چالاک شخص اب اس کی شناخت کر سکے گا!' اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو گولیوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔

تو جناب؛ یہ ہے وہ خوشگوار زندگی جو میں نے گزاری! اس رات ہم نے اپنے آپ کو ایک جھاڑی میں پایا، ہم تھکن سے چور، سامان خورد و نوش سے خالی، اور خچروں کے کھو جانے سے تباہ حال تھے۔ آپ کے خیال میں اس شیطان گارسیا نے کیا؟ اس نے اپنی جیب سے تاش کی گڈی نکالی اور الاؤ روشن کر کے ال ڈانکیر کے ساتھ کھیلنا شروع کیا۔ اسی دوران میں لیٹ کر ستاروں کو گھورتا ہوا ایل ریمینڈاڈو کے بارے میں سوچ رہا تھا، اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا کہ اگر اس کی جگہ میں مر جاتا تو اچھا ہوتا۔ کارمن میرے قریب بیٹھی ہوئی تھی، اور وہ وقتاً فوقتاً اپنی گھنٹیوں کو ہلا کر کچھ گنگناتی۔ پھر میرے قریب آ کر، جیسے اس نے میرے کان میں سرگوشی کی ہو، اس نے میری مرضی کے خلاف دو تین بار میرا منہ چوم لیا۔

''تم شیطان ہو'' میں نے اس سے کہا۔

''ہاں،" اس نے جواب دیا۔

چند گھنٹوں کے آرام کے بعد وہ گاؤسن کی سمت روانہ ہوئی، اور اگلی صبح ایک چھوٹا چرواہا ہمارے لیے کچھ کھانا لے آیا۔ ہم سارا دن وہاں رہے، اور شام کو ہم گاؤسن کے قریب چلے گئے۔ ہم کارمن کی طرف سے کسی اطلاع کے منتظر تھے، لیکن اس کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملی۔ دن کی روشنی پھیلی تو ہمیں ایک خچربان دکھائی دیا جس کے پیچھے ایک خوش پوش خاتون تھی جس نے ہاتھ میں زنانہ چھتری پکڑ رکھی تھی۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹی لڑکی بھی تھی جو اس کی خادمہ لگتی تھی۔

''وہ دیکھو! دو خواتین اور دو خچر۔ سینٹ لوئس نے انہیں ہمارے لیے بھیجا ہے۔ کتنا

اچھا ہوتا کہ مجھے چار خچر ملتے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں ان سے بھی اچھی طرح کام چلا لوں گا۔"

اس نے اپنا طپنچہ لیا، اور خود کو جھاڑیوں میں چھپاتے ہوئے شاہراہ کی طرف بڑھ گیا۔

ہم اس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ الڈانکیرا اور میں تھوڑا فاصلہ رکھ کر پیچھے چل رہے تھے۔ جیسے ہی عورت نے ہمیں دیکھا، بجائے خوفزدہ ہونے کے (ہمارا لباس ہی کسی کو ڈرانے کے لیے کافی تھا) اس پر ہنسی کا دورہ پڑا۔

''ان احمقوں کو دیکھو جو مجھے کوئی مالدار خاتون سمجھ رہے ہیں!''

یہ کارمن تھی، اس نے اتنا اچھا بھیس بدلا تھا کہ اگر اس نے کوئی اور زبان بولی ہوتی تو میں اسے کبھی پہچان نہ پاتا۔ وہ خچر سے اتری اور ایل ڈانکیرا اور گارسیا کے ساتھ کچھ دیر دھیمی آواز میں گفتگو کرتی رہی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا:

''جانِ من! اس سے پہلے کہ تمہیں پھانسی ملے، ہم دوبارہ ملیں گے۔ میں جپسیوں کے کسی کام کے سلسلے میں جبل الطارق جا رہی ہوں- آپ کو جلد ہی میری خبر مل جائے گی۔"

ہم جدا ہوئے لیکن جانے سے پہلے اس نے ہمیں ایک ایسی جگہ کے بارے میں بتایا جہاں ہمیں کچھ دنوں کے لیے پناہ مل سکتی تھی۔ یہ لڑکی اصل میں ہمارے جتھے کی محافظ تھی۔ ہمیں جلد ہی اس کی طرف سے بھیجی گئی کچھ رقم موصول ہوئی، اور یہ مفید اطلاع بھی ملی کہ ایک خاص دن دو انگریز نواب جبل الطارق سے غرناطہ تک اس سڑک کے ذریعے سفر کریں گے جس کا

اس نے ذکر کیا تھا۔ یہ عقلمندوں کے لیے ایک اشارہ تھا۔

ان کے پاس ڈھیر سارے سکے تھے۔ گارسیا تو انہیں جان سے مار دیتا لیکن الڈانکیر کو اور مجھے بھی اس بات پر اعتراض تھا۔ ہم نے ان سے ان کی قمیضوں کے علاوہ (جن کی ہمیں اشد ضرورت تھی) نقدی اور گھڑیاں لیں۔

جناب! ایک آدمی سراسر بے خیالی میں بدمعاش بن سکتا ہے۔ حسین لڑکی کی وجہ سے آپ عقل سے کام لینا چھوڑ دیتے ہیں، آپ اس کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی سے لڑتے ہیں، ایک تباہ کن واردات ہوتی ہے، آپ کو پہاڑوں پر جانا پڑتا ہے، اور اس سے پہلے کہ آپ کچھ سوچ سکیں آپ ایک سمگلر سے ڈاکو بن جاتے ہیں۔ انگریزوں کے اس معاملہ کے بعد ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جبل الطارق کے گردونواح میں مزید قیام ہمارے لیے اچھا نہیں۔ ہم صحرائے رونڈا چلے گئے۔ آپ نے ایک بار مجھ سے جوزے ماریا کا ذکر کیا تھا۔ وہیں میری اس سے شناسائی ہوئی، وہ ہمیشہ اپنی رکھیل کو اپنی مہمات میں اپنے ساتھ لاتا تھا، جو ایک خوبصورت، خاموش طبع، شائستہ اور خوش اخلاق لڑکی تھی، اس نے کبھی ایک نازیبا لفظ منہ سے نہیں نکالا، اور وہ اس کے ساتھ بہت مخلص تھی۔ لیکن اس نے کبھی اسے اچھی زندگی گزارنے نہیں دی۔ وہ ہمیشہ دوسری عورتوں کے پیچھے بھاگتا تھا، وہ اس کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا، اور پھر کبھی کبھی اس کے سر پر حسد کا بھوت سوار ہو جاتا۔ ایک دن اس نے اسے چاقو سے زخمی بھی کیا۔ لیکن اس لڑکی کی محبت اور بھی بڑھ گئی۔ یہی عورتوں کا طریق ہے خصوصاً اندلیسیہ کی عورتوں کا۔ اس لڑکی کو اپنے بازو پر لگے نشان پر فخر تھا، اور اسے اس طرح دکھاتی تھی جیسے یہ دنیا کی

سب سے خوبصورت چیز ہو۔ اور پھر جوزے ماریا سودے بازی میں سب ساتھیوں میں بدترین تھا۔ ایک مہم میں جو ہم نے اس کے ساتھ سر کی تھی، اس نے ایسا انتظام کیا کہ اس نے تمام منافع اپنے پاس رکھا اور ہمارے حصے میں صرف مصائب اور ضربیں آئیں۔ لیکن مجھے اپنی کہانی کی طرف لوٹنا چاہیے۔ ہمیں کارمن کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں ملا۔ الڈانکیر نے کہا، ''اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ہم میں سے کسی ایک کو جبل الطارق جانا ہوگا۔ اس نے ضرور کسی کام کی منصوبہ بندی کی ہوگی۔ میں فوراً ہی روانہ ہو جاتا لیکن وہاں لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔''

یک چشم گارسیا بولا، ''مجھے بھی وہاں لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے انگریز سپاہیوں کو کافی چکمے دیے ہیں۔ مزید یہ کہ میری صرف ایک آنکھ ہے اس لیے اپنی شناخت چھپانا میرے لیے آسان نہ ہوگا۔''

''میرے خیال میں مجھے جانا چاہیے۔'' کارمن کو دوبارہ دیکھنے کے تصور سے خوش ہوتے ہوئے میں نے کہا۔ ''اچھا! مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا؟''

دوسروں نے جواب دیتے ہوئے کہا:۔

''تم یا تو سمندر کے رستے جا سکتے ہو یا سین راکو کا رستہ اختیار کر سکتے ہو۔ ان میں سے جو بھی تمہیں پسند ہو۔ جبل الطارق پہنچ کر بندرگاہ پر چاکلیٹ فروش لا رولونا کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کرلو۔ جب اس سے ملو گے تو وہ تمام حالات سے باخبر کر دے گی۔''

یہ طے پایا کہ ہم سب سیرا کی طرف جائیں گے، کہ میں اپنے دو ساتھیوں کو وہاں

چھوڑ کر جبل الطارق کی طرف ایک پھل فروش کے بھیس میں جاؤں گا۔ رونڈا میں ہمارے ایک آدمی نے مجھے پاسپورٹ مہیا کیا۔ گاسن میں مجھے ایک گدھا فراہم کیا گیا، میں اس پر سنگترے اور خربوزے لاد کر آگے بڑھا، جب میں جبل الطارق پہنچا تو معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ لا رولونا کو جانتے تھے، لیکن یہ کہ وہ یا تو مر چکی تھی یا قید خانے میں پابند سلاسل ہو چکی تھی۔ اس کی گمشدگی سے مجھ پر یہ راز کھلا کہ کارمن کی طرف سے خط و کتابت کیوں نہیں ہو رہی۔ میں نے اپنا گدھا ایک اصطبل میں باندھا اور قصبہ میں گھومنے چلا گیا۔ میں سنگترے فروخت کرنے کا سوانگ رچا رہا تھا لیکن درحقیقت مجھے کسی آشنا چہرے کی تلاش تھی۔ وہاں دنیا کے ہر ملک کے غنڈے موجود تھے۔ یہ جگہ واقعی مینارِ بابل کی طرح ہے، کیونکہ دس قدموں پر آپ کو دس زبانیں سننے کو ملیں گی۔ مجھے کچھ جپسی دکھائی ضرور دیے لیکن ان کو دل کی بات بتانے کی ہمت نہ ہوئی۔ میں ان کا جائزہ لے رہا تھا، اور وہ میرا جائزہ لے رہے تھے۔ ہم نے باہمی طور پر ایک دوسرے کے بدمعاش ہونے کا اندازہ لگایا تھا، لیکن ہمارے لیے اہم بات یہ جاننا تھا کہ کیا ہمارا تعلق ایک ہی جتھے سے ہے۔ دو دن بے نتیجہ آوارہ گردی میں گزارنے اور لا رولونا یا کارمن کے متعلق کچھ معلوم کرنے میں ناکامی کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ کچھ خریداری کرنے کے بعد واپس اپنے ساتھیوں کے پاس چلا جاؤں۔ غروب آفتاب کے وقت، میں ایک سڑک پر چل رہا تھا کہ مجھے کھڑکی سے ایک عورت کی آواز سنائی دی:۔

''اے سنگترے فروش!''

میں نے اوپر دیکھا۔ ایک بالکونی میں کارمن کھڑی باہر کی طرف دیکھ رہی

تھی۔قرمزی لباس میں ملبوس ایک افسراس کے پہلو میں کھڑا تھا۔اس کے بال گھنگھریالے تھےاور شکل سے وہ کافی متمول لگتا تھا۔کارمن نے بھی دیدہ زیب لباس زیب تن کیا تھا۔ایک شاندارشال اس کے کاندھوں پر پھیلی تھی۔اس کے بالوں میں ایک طلائی کنگھی رکھی تھی۔اس کی پہنی ہوئی تمام ملبوسات ریشمی تھیں۔وہ چھوٹی مکارکتیا جو ذرہ بھر بھی نہیں بدلی تھی، کولہوں پر ہاتھ رکھ کرزورزور سے ہنس رہی تھی۔

انگریز نے ملاوٹ آمیز ہسپانوی زبان میں مجھے اوپر آنے کو کہا کیوں کہ خاتون کو سنگترے درکار تھے۔کارمن نے مجھ سے باسک زبان میں کہا:۔

''اوپر آو! کسی چیز پر حیرت کا اظہار نہ کرو۔''

درحقیقت اس نے جو کچھ بھی کیا اس سے مجھے حیرانی نہیں ہوئی۔مجھے نہیں معلوم کہ اسے دوبارہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی یا میری حالت اور بھی خراب ہوئی۔گھر کے دروازے پر سفید بالوں والا ایک لمبا انگریز نوکر کھڑا تھا۔مجھے ایک شاندار ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا،فوراً کارمن نے مجھ سے باسک زبان میں کہا،' تمہیں ہسپانوی کا ایک لفظ بھی نہیں آتا، اورتم مجھے نہیں جانتے۔' پھرانگریز کی طرف متوجہ ہوکراس نے مزید کہا:

"میں نے آپ سے ایسا ہی کہا تھا۔مجھے فوراً ہی معلوم ہوا کہ وہ باسک ہے۔اب آپ سنیں گے کہ وہ کیسی عجیب زبان بولتا ہے۔کیا وہ بےوقوف نہیں لگتا؟ وہ ایک بلی کی طرح ہے جونعمت خانے میں پکڑی گئی ہو!'

''اورتم،" میں نے اپنی زبان میں اس سے کہا''تم ایک بے غیرت کسبی لگتی ہواور

میں اب اور یہاں تمہارے عاشق کے سامنے تمہارا چہرہ داغنے کا سوچ رہا ہوں۔''

''میرا عاشق!' اس نے کہا،''تم نے خود سے ایسا اندازہ کیسے لگایا! ۔کیا تمہیں اس بیوقوف پر رشک آتا ہے؟ تم اس سے بھی زیادہ بیوقوف ہو جیسا کہ کالے ڈیل کینڈ یلیجو میں ''ہماری شام'' سے پہلے تھے۔ احمق کہیں کے! کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں جپسیوں کے لیے کام کر رہی ہوں، اور یہ سب سے شاندار طریقے سے کر رہی ہوں؟ یہ گھر میرا ہے۔ اس سپاہی کی دولت میری ہو جائے گی۔ یہ میرے اشاروں پر چلتا ہے، اور میں اسے ایسی جگہ لے جاؤں گی جہاں سے یہ کبھی باہر نہیں نکل سکے گا!"

''اور اگر میں نے آپ کو دوبارہ اس انداز میں جپسیوں کے لیے کام کرتے ہوئے دیکھا، تو میں ایسا بندوبست کر دوں گا کہ تم دوبارہ کبھی ایسا نہ کر سکو گی!' میں نے کہا۔

''ارے! کیا تم میرے شوہر ہو جو مجھ پر ایسے حکم چلا رہے ہو؟ اگر یک چشم خوش ہے تو آپ کو اس سے کیا لینا دینا؟ تمہیں تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ صرف تم ہی وہ آدمی ہو جو خود کو میرا عاشق کہہ سکتا ہے۔''

''وہ کیا کہتا ہے؟" انگریز نے پوچھا۔

وہ کہتا ہے کہ اسے پیاس لگی ہے، اور اسے پینے کو کچھ چاہیے،" کارمن نے جواب دیا، وہ ایک صوفے پر گر کر اپنے ہی ترجمہ پر زور زور ہنسنے لگی۔

جناب! جب وہ لڑکی ہنستی تھی تو اس وقت اس سے ہوش کی بات کرنے کی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سب اس کے ساتھ ہنسے۔ وہ بڑا انگریز بھی ہنسنے لگا۔۔ جو احمق بنا تھا۔۔

اور نوکر کو میرے پینے کے واسطے کچھ لانے کا حکم دیا۔

جب میں پینے میں مشغول تھا تو اس نے مجھ سے کہا:۔

’’کیا تمہیں اس کی انگلی میں وہ انگوٹھی نظر آرہی ہے؟ اگر تم چاہو تو میں اسے تمہیں دے سکتی ہوں۔‘‘

اور میں نے جواب دیا:۔

’’میں اپنی انگلی کاٹ کر اس کے بدلے میں تمہارے ’’جناب والا‘‘ کو پہاڑوں میں لے جانا پسند کروں گا جہاں ہم میں سے ہر ایک کی مٹھی میں maquila ہو (مطلب اس سے جبری کام لے سکیں)۔‘‘

’’maquila! اس کا کیا مطلب ہے؟‘‘ انگریز نے پوچھا۔

کارمن ہنستے ہوئے بولی:۔’’maquila کا مطلب ہے سنگترہ۔ کیا سنگترے کے لیے یہ ایک عجیب لفظ نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ وہ چاہے گا کہ تم ایک سنگترہ کھالو۔‘‘

’’کیا واقعی!‘‘ انگری بولا۔’’ٹھیک ہے۔ کل مزید maquila لے آیئے۔‘‘

ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ ایک نوکر نے اندر آ کر اطلاع دی کہ شام کا کھانا تیار ہے۔ پھر انگریز اٹھا، مجھے ایک سکہ دیا اور اپنا بازو کارمن کو پیش کیا۔ لگتا تھا جیسے وہ اکیلا چلنے سے معذور ہو۔ کارمن نے۔۔۔ جو ابھی تک ہنس رہی تھی۔۔۔ مجھ سے کہا:۔

’’پیارے! میں تمہیں کھانے پر نہیں بلا سکتی۔ لیکن کل پریڈ کے لیے بجنے والے ڈرموں کی آواز سنتے ہی تم اپنے سنگتروں کے ساتھ یہاں آجاو۔ یہاں تمہیں کانڈیلیجو سٹریٹ

والے کمرے کے مقابلے میں زیادہ آراستہ کمرے ملے گا۔تم دیکھ لوگے کہ کیا میں تمہاری وہی کارمن ہوں کہ نہیں۔اس کے بعد ہم جپسیوں کے معاملات پر بات کریں گے۔''

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔گلی میں بھی مجھے انگریز کی تیز آواز سنائی دی۔''کل مزید manquila لے آیئے۔'' ساتھ میں کارمن کے قہقہے بھی سنائی دیے۔

میں باہر نکلا یہ جانے بغیر کہ مجھے کیا کرنا ہے۔نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔اگلی صبح اس چالباز لڑکی سے متعلق میرے دل میں کچھ اس قسم کے برے خیالات آئے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس سے دوبارہ ملے بغیر جبل الطارق سے نکل جاوں۔لیکن نقاروں کی پہلی آواز سنتے ہی میرا ارداہ بدل گیا۔میں نے سنگتروں سے بھری ٹوکری اٹھائی اور کارمن کے مکان کی طرف تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔اس نے کھڑکیوں کے پردے ذرا سرکا رکھے تھے اور مجھے اس کی بڑی بڑی کالی آنکھیں دکھائی دیں جو میری منتظر تھیں۔نوکر فوراً مجھے اندر لے گیا۔کارمن نے اسے کوئی پیغام دے کر باہر بھیج دیا اور جیسے ہی ہمیں تنہائی ملی تو وہ مگرمچھ کی طرح دانت نکال کر زور زور سے ہنسنے لگی۔اس نے اپنے بازوں میری گردن میں ڈال دیے۔ پہلے وہ مجھے کبھی اتنی حسین نہیں لگی تھی۔اس نے کسی ملکہ جیسا لباس پہن رکھا تھا اور بہترین خوشبو لگا رکھی تھی۔اس کا کمرہ قیمتی ساز وسامان اور ریشمی پردوں سے آراستہ تھا،لیکن آہ! میں چوروں والے لباس میں ملبوس تھا۔

کارمن بولی،''جان من! میں نے یہاں کی ہر ایک چیز کو توڑنے، مکان کو آگ لگانے اور واپس پہاڑوں پر جانے کا ارداہ کیا ہے۔'' پھر وہ مجھ سے لپٹ گئی، وہی قہقہے لگانے

لگی، رقص کرنے لگی۔ اس نے اپنا لباس پھاڑ دیا۔ کسی بندر نے بھی کبھی ایسے تماشے نہیں کیے ہوں گے جو اس نے اس وقت کیے۔ جب اس کے حواس بحال ہوئے تو کہنے لگی:۔

''سنو! یہ جپسیوں کا معاملہ ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے رونڈا لے جائے جہاں میری بہن رہتی ہے جو ایک راہبہ ہے۔ (ایک بار پھر اس کی ہنسی کے فوارے چھوٹنے لگے)۔ ہم ایک خاص مقام سے گزریں گے جس کے بارے میں آپ کو بتا دوں گی۔ پھر تم اس پر حملہ کر کے اسے ننگا کر لینا۔ پھر اسے سزا دے دینا، لیکن'' وہ شیطان کی طرح کچھ ایسی مسکرائی کہ دیکھنے والا اس کی نقل نہیں کرنا چاہے گا۔ ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے لیے کیا لائحہ عمل بہتر رہے گا؟ یک چشم گارسیا کو سامنے لاو۔ تم ذرا پیچھے رہو۔ سپاہی بہادر ہے، مہارت بھی رکھتا ہے اور اس کے ساتھ عمدہ پستول بھی ہیں۔ سمجھ رہے ہو میری بات؟''

اور پھر اس پر ہنسی کا ایک اور دورہ پڑا جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''نہیں!'' میں نے کہا۔ ''مجھے گارسیا سے نفرت ہے، لیکن وہ میرا ساتھی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی دن میں تمہیں اس سے چھٹکارا دلا دوں لیکن ہم علاقے کے رواج کے مطابق یہ حساب بے باق کریں گے۔ یہ تو ایک اتفاق تھا جس نے مجھے جپسی بنا دیا۔ بعض معاملات میں میں ہمیشہ نو یرو فینو ہی رہوں گا۔''

''تم نرے گاودی ہو۔'' وہ بولی۔ ''سادہ لوح، مسخرہ۔ تمہاری مثال اس بونے جیسی ہے جو خود کو صرف اس لیے دراز قد سمجھتا ہے کہ وہ دور تک تھوک سکتا ہے۔ تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔ چلے جاو یہاں سے۔''

وہ جب بھی ’’ چلے جاؤ یہاں سے‘‘ کہتی تو میرے لیے جانا ناممکن ہو جاتا۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں اپنے ساتھیوں سے مل کر اس انگریز کا انتظار کروں گا۔اس نے وعدہ کیا کہ جب تک وہ جبل الطارق سے رونڈا کے لیے روانہ نہیں ہوتی اس وقت تک بیمار رہے گی۔

میں جبل الطارق میں مزید دو دن رہا۔ وہ بھیس بدل کر بڑی دلیری سے مجھے ملنے سرائے آتی۔ پھر میں چلا گیا، میرا اپنا ایک منصوبہ تھا۔انگریز اور کارمن کے گزرنے کے مقام اور وقت کی معلومات لے کر میں اس مقام پر گیا جہاں ہمارا جتھا اکٹھا ہوتا تھا۔ میں نے ایل ڈانکیر اور گارسیا کو اپنا منتظر پایا۔ہم نے رات ایک جنگل میں صنوبر کے خولوں سے جلائی گئی شاندار آگ کے قریب گزاری۔ میں نے گارسیا کو مشورہ دیا کہ ہمیں تاش کھیلنا چاہیے، اور وہ راضی ہو گیا۔ دوسری بازی کے دوران میں نے اسے بتایا کہ وہ دھوکہ دے رہا ہے؛ وہ ہنسنے لگا؛ میں نے تاش اس کے چہرے پر پھینک دیا، اس نے طپنچہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس پر پاؤں رکھا، اور کہا۔,'میں نے سنا ہے کہ آپ مالاگا کے کسی بھی غنڈے سے بہتر چاقو زن ہے؛ تو چلو کرلیں مقابلہ؟'ایل ڈانکیر نے ہمیں الگ کرنے کی کوشش کی۔ میں نے گارسیا کو ایک یا دو گھونسے رسید کیے تو وہ غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس نے اپنا چاقو کھول دیا۔ میں نے بھی اپنا چاقو نکالا۔ہم دونوں نے ایل ڈانکیر سے کہا کہ وہ درمیان میں نہ آئے اور ہمیں لڑنے دیں۔ جب اس نے دیکھا کہ ہم اس لڑائی سے باز آنے والے نہیں تو وہ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ گارسیا پہلے سے ہی دوہرا جھکا ہوا تھا، اس بلی کی طرح جو ایک چوہے پر جھپٹنے کو تیار بیٹھی ہوتی ہے۔اس نے اپنی

ٹوپی اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی جبکہ چاقو سامنے کیے ہوئے تھا- یہ اندلیسیوں کے بچاو کا طریقہ تھا۔ میں نو ویرو کے انداز میں کھڑا ہوا، اپنے بائیں بازو کو اٹھا کر، اپنی بائیں ٹانگ کو آگے بڑھایا اور چاقو کو سیدھا اپنی دائیں ران کے ساتھ رکھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں کسی بھی دیو سے زیادہ مضبوط ہوں۔ وہ تیر کی طرح میری طرف بڑھا۔ میں اپنے بائیں پاؤں کے بل گھوما، اس طرح اس کے سامنے کچھ بھی نہ تھا (اس کا وار خالی گیا۔). لیکن میں نے اس کے گلے پر وار کیا اور چاقو اس حد تک اندر گھسا کہ میرا ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے تھا۔ میں نے بلیڈ کو ایسا موڑ دیا کہ وہ ٹوٹ گیا۔ یہی اس کا انجام تھا۔ زخم سے بلیڈ میرے بازو کی طرح گاڑھے خون کے بہاؤ کے ساتھ نکلا اور وہ منہ کے بل زمین پر گر گیا۔

''یہ تم نے کیا کیا؟'' الڈانکیر نے مجھ سے کہا۔

''اپنا منہ بند رکھو تم!'' میں نے کہا۔ ''میں کارمن کو چاہتا ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ اس کا صرف ایک ہی عاشق ہو۔ مزید یہ کہ گارسیا ایک بدمعاش تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس نے اس بیچارے ریمنڈاڈو کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اب صرف ہم دونوں رہ گئے ہیں اور ہم دونوں اچھے ساتھی ہیں۔ چلو مجھ سے دوستی کرلو، ایسی دوستی جو مرتے دم تک برقرار رہے۔''

الڈانکیر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس کی عمر پچاس سال تھی۔

''خدا غارت کرے ان عشقیہ قصوں کو!'' وہ چیخا۔ ''اگر تم اس سے کارمن مانگ لیتے تو وہ اسے تم پر سونے کے ایک سکے کے عوض بیچ دیتا۔ اب صرف ہم دونوں رہ گئے ہیں۔۔۔ کل ہم اپنا کام کیسے نمٹائیں گے؟''

''میں اکیلا ہی دیکھ لوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔''اب میں ساری دنیا کے ساتھ لڑ سکتا ہوں۔''

ہم نے گارسیا کو دفن کیا اور وہاں سے دوسو قدم آگے پڑاوڈالا۔اگلی صبح کارمن اور انگریز دو خچر سواروں اور ایک نوکر کے ہمراہ آ پہنچے۔میں نے الڈانکیر سے کہا:۔

''انگریز کو مجھ پر چھوڑ دو۔۔۔تم بقیہ لوگوں کو ڈرادو۔۔وہ مسلح نہیں ہیں۔''

انگریز ایک شجاع شخص تھا۔اگر کارمن اس کی کہنی کو نہ ہلاتی تو وہ مجھے مار دیتا۔

قصہ مختصر اس روز میں نے کارمن کو دوبارہ حاصل کیا اور میں نے سب سے پہلے اسے یہ بتادیا کہ اب وہ بیوہ ہو چکی ہے۔

جب وہ پورا واقعہ سن چکی تو بولی:۔

''تم ہمیشہ احمق ہی رہو گے۔گارسیا تمہیں مار دیتا۔تم نو ویرے والے عقل سے محروم ہو۔اس نے تم سے زیادہ ماہر لوگوں کو عدم کی راہ دکھائی ہے۔بات صرف یہ ہے کہ اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔۔۔اور تمہارا وقت بھی پورا ہوگا۔''

''تمہارا بھی۔۔۔اگر تم میری وفادار بیوی نہ بنی۔''

''جو ہو سو ہو۔'' وہ بولی۔''کئی دفعہ میں نے محسوس کیا ہے کہ ہماری موت اکھٹی ہوگی۔ہونی کو کون روک سکتا ہے۔'' اس نے اپنے گھنگھرووں سے آواز نکالی۔کسی پریشان کن تصور سے حاصل کرنے کا یہ اس کا طریقہ تھا۔

جب کوئی اپنے متعلق بات کرتا ہے تو وہ بولتا ہی چلا جاتا ہے۔یقیناً ان تفصیلات سے تم بیزار

ہوئے ہوں گے لیکن جلد ہی میری کہانی ختم ہو جائے گی۔

ہماری یہ نئی زندگی کافی عرصہ تک یوں ہی چلتی رہی۔ میں نے الڈانکیر کے ساتھ مل کر چند ساتھی اکھٹے کیے جو ہمارے سابقہ ساتھیوں سے زیادہ بااعتماد تھے۔ہم نے سمگلنگ پر توجہ مرکوز کی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کبھی کبھار ہم شاہراہ کے مسافروں کو بھی لوٹ لیتے لیکن ایسا صرف اس وقت کرتے جب ہم بہت مجبور ہوتے۔لیکن ہم نے کبھی مسافروں کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا۔ہمیں صرف ان کی نقدی سے غرض تھی۔

چند مہینے میں کارمن سے بہت مطمئن رہا۔وہ اب بھی سمگلنگ کے کام میں ہماری اعانت کرتی رہی اور جہاں کہیں اچھی رقم بٹورنے کا موقع ہوتا، وہ ہمیں خبردار کرتی۔ وہ کبھی ملاگا میں رہتی اور کبھی قرطبہ یا غرناطہ میں لیکن میری ایک آواز پر وہ سب کچھ چھوڑ کر کسی خاص مقام یا ہمارے پڑاو پر مجھ سے ملنے چلی آتی۔صرف ایک مرتبہ ملاگا میں اس نے مجھے کچھ بے چین کیا۔ میں نے سنا کہ اس نے کسی امیر سوداگر کو دام محبت میں پھنسایا ہے۔ وہ اسے رام کرنے کے لیے جبل الطارق والی چال دوبارہ استعمال کرنے کا سوچ رہی تھی۔ مجھے روکنے کے لیے الڈانکیر نے بہت کچھ کہا لیکن اس کے باوجود میں چل دیا، دن کی روشنی میں ملاگا میں داخل ہوا، کارمن کو تلاش کیا اور فوراً ہی اس کو ساتھ لے کر چل دیا۔ ہمارے مابین خوب گرم بحث ہوئی۔

وہ بولی:۔

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ اب تم میرے شوہر ہو، اب مجھے تمہاری اتنی پرواہ نہیں جتنی

اس وقت تھی جب تم میرے محبوب تھے۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگی اور نہ میں کسی کے حکم پر چلوں گی۔ میں آزاد رہنا پسند کروں گی تا کہ اپنی مرضی کے مطابق ہر کام کرسکوں۔ مجھے دیوار کے ساتھ لگانے میں احتیاط کرو۔ اگر تم سے میرا دل بھر گیا تو میں کوئی اچھا شخص ڈھونڈ لوں گی جو تمہارے ساتھ وہی عمل کرے گا جو تم نے گارسیا سے کیا تھا۔''

ایل ڈانکیر نے معاملہ رفع دفع کیا؛ لیکن ہم نے ایک دوسرے سے ایسی باتیں کہی جو ہمارے دلوں پر نقش ہو گئیں، اور ہم پہلے کی طرح نہیں رہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہماری قسمت چکر میں آ گئی۔: فوجیوں سے ہمارا سامنا ہوا، ایل ڈانکیر اور میرے دو اور ساتھی مارے گئے، دو اور پکڑے گئے، میں شدید زخمی ہوا، لیکن اپنے اچھے گھوڑے کی وجہ سے میں سپاہیوں کے ہتھے چڑھنے سے بچ گیا، میں تھکن کے مارے نیم جاں تھا اور میرے جسم میں گولی لگی تھی۔ ایک ساتھی کے ہمراہ میں نے جنگل میں پناہ لی۔ گھوڑے سے اترتے ہی میں بے ہوش ہو گیا، اور میں نے سوچا کہ میں وہاں جھاڑیوں میں گولی سے زخمی ہونے والے خرگوش کی طرح مر جاؤں گا۔ میرا ساتھی مجھے ایک غار میں لے گیا جس کا اسے علم تھا، اور پھر اس نے کارمن کو لانے کے لیے کسی کو بھیج دیا۔

وہ غرناطہ میں تھی، اور وہ فوراً میرے پاس چلی آئی۔ پورے پندرہ دن تک اس نے مجھے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چھوڑا، اس نے کبھی آنکھیں بند نہیں کیں؛ اس نے ایسی مہارت اور احتیاط سے میری دیکھ بھال کی کہ شاید ہی کسی خاتون نے اپنے انتہائی محبوب شخص کی، کی ہوگی۔ جیسے ہی میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، اس نے انتہائی رازداری کے ساتھ مجھے

غرناطہ پہنچا دیا۔ یہ جپسی خواتین ہر جگہ محفوظ پناہ گاہیں ڈھونڈ پاتی ہیں، اور میں نے چھ ہفتے سے زیادہ عرصہ ایسے گھر میں گزارا جو اس افسر کے مکان سے چند قدم کے فاصلے پر تھا جو مجھے ڈھونڈ رہا تھا۔ کئی بار میں نے اسے کھڑکی کے پیچھے سے گزرتے دیکھا۔ آخر کار میں صحت یاب ہو گیا، لیکن بستر پر پڑے پڑے میں نے اپنی راہ الگ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

میں نے کارمن کو مشورہ دیا کہ ہمیں اسپین چھوڑ کر امریکہ میں ایمانداری کی زندگی گزارنی چاہیے۔ میری اس بات پر وہ ہنسی اور کہنے لگی:

''ہم گوبھی کاشت کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے (ہم اس کے قابل نہیں)۔ ہمارے نصیب میں دوسروں کا پیسہ بٹور کر کھانا ہی لکھا ہے۔ سنو! میں نے جبل الطارق میں جوزف کے بیٹے نوتھن سے معاملہ طے کر لیا ہے۔ اسے روئی سے بھری ایک کشتی لوٹنے کے لیے تمہاری مدد درکار ہے۔ اسے علم ہے کہ تم تا حال زندہ ہو۔ اسے تم پر بھروسہ ہے۔ اگر تم اس کی امیدوں پر پورا نہیں اترے تو وہ کیا سوچے گا؟''

میں اس کی باتوں میں آ گیا اور ایک بار پھر اپنا مکروہ دھندا شروع کر دیا۔

جس وقت میں غرناطہ میں پناہ گزیں تھا وہاں بیلوں کی لڑائی کا مقابلہ تھا۔ کارمن اسے دیکھنے گئی۔ جب وہ واپس لوٹی تو وہ لوکاس نامی پکاڈور (وہ گھڑ سوار جو بیل کو اشتعال دلاتا ہے) کا بار بار تذکرہ کرتی رہی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے گھوڑے کا کیا نام ہے اور اس کے خاشیہ دار لباس پر کتنا خرچہ آیا ہے۔ میں نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔

چند دن بعد جانیٹو (میرے ساتھیوں میں صرف وہ ہی بچا تھا) نے مجھے بتایا کہ اس نے کارمن اور لوکاس کو ایک سوداگر کے مکان پر دیکھا ہے۔ مجھے خطرے کا احساس ہونے لگا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اس پکاڈور کے ساتھ کیوں اور کیسے اس کی دوستی پیدا ہوئی۔

وہ بولی:۔

''وہ ایسا آدمی ہے جو کئی طرح ہمارے کام آ سکتا ہے۔ پرشور دریا میں یا تو پانی ہوتا ہے یا کنکر!۔ اس نے بیلوں کی لڑائی میں ۱۲۰۰ سو کی رقم جیتی ہے۔ دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی؛ یا تو اس کی رقم ہمیں مل جائے گی اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کی شہ سواری اور بہادری کو دیکھ کر ہم اسے اپنے گروہ میں شامل کر سکتے ہیں۔ ہم فلاں فلاں جیسے لوگ کھو چکے ہیں، ان کی جگہ کسی کو تو لینی ہوگی۔ اس آدمی کو اپنے
ساتھ رکھ لو۔''

''نہ تو مجھے اس کی رقم چاہیے اور نہ ہی اس کی ذات کی مجھے کوئی ضرورت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''تمہیں اس سے بات کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔''

''خبردار!'' وہ ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے بولی۔ ''جب کوئی دھمکی دے کر مجھے کسی کام سے منع کرتا ہے تو میں وہ کام فوراً کر لیتی ہوں۔''

خوش قسمتی سے پکاڈور ملاگا چلا گیا اور میں یہودی کے روئی والے معاملہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس مہم میں مجھے اور کارمن کو بہت کچھ کرنا پڑا۔ میں نے اس وقت لوکاس (پکاڈور) کا

خیال اپنے ذہن سے نکال دیا۔۔۔اور شاید وہ بھی اسے بھول گئی۔ جناب! یہی وہ وقت تھا جب مونٹیلا کے مقام پر میری آپ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی اور اس کے بعد ہم قرطبہ میں ملے تھے۔ میں اس آخری ملاقات کا ذکر نہیں کروں گا۔ اس کے بارے میں شاید آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ کارمن نے آپ سے گھڑی چوری کی، اس کے علاوہ اس کی نظر آپ کے رقم پر بھی تھی۔ وہ خاص طور پر وہ انگوٹھی بھی چاہتی تھی جو آپ نے پہن رکھی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ ایک طلسمی انگوٹھی ہے جس کا مالک بننا اس کے لیے بہت اہم تھا۔ ہمارے مابین پر تشدد جھگڑا ہوا اور میں نے اس پر وار کیا۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس نے چیخنا شروع کیا۔ پہلی دفعہ میں نے اسے یوں روتے دیکھا۔ اس سے میں بہت متاثر اور غمگین ہو گیا۔ میں نے منت سماجت کر کے اس سے معافی مانگی۔ سارا دن وہ مجھ سے روٹھی رہی۔ جب میں مونٹیلا روانہ ہونے لگا تو اس نے میرا بوسہ نہیں لیا۔ میرا دل ابھی تک گھائل تھا کہ تین دن بعد وہ ہنسی خوشی مجھ سے ملی۔ سب کچھ بھلا کر ہم ہنی مون منانے والے عاشقوں کے جوڑے کی طرح خوش و خرم تھے۔ جب ہم جدا ہو رہے تھے تو وہ بولی:

''قرطبہ میں ایک تہوار منایا جا رہا ہے۔ میں وہاں جا کر اس میں شرکت کروں گی اور یہ معلوم کروں گی کہ کون سے دولت منداس طرف سے گزریں گے اور میں تمہیں خبر بھیج دوں گی۔''

میں نے اسے جانے دیا۔ تنہائی ملی تو میں نے تہوار اور کارمن کے مزاج میں تبدیلی کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ ''شاید اس نے پہلے ہی بدلہ لے لیا ہے'' میں نے خود سے کہا۔ ''کیونکہ صلح کرنے میں اس نے پہل کی تھی۔'' ایک کسان نے مجھے بتایا کہ قرطبہ میں بیلوں کی

لڑائی کا مقابلہ ہونے والا ہے۔پھر میرا خون جوش کھانے لگا۔میں ایک دیوانے کی طرح سیدھا بیلوں کے لڑنے کے اکھاڑے کی طرف گیا۔کسی نے اشارے سے مجھے لوکاس دکھایا اور باڑ کے قریب ایک نشست پر بیٹھی کارمن کو میں نے پہچان لیا۔اس پر ایک نظر ڈالنے سے ہی میرے شکوک یقین میں بدل گئے۔

جب پہلا بیل دکھائی دیا تو میری توقع کے مطابق وہ نہایت اطمینان سے اس کے ساتھ لڑا۔اس نے بیل کے سر سے پھندنا چھین کر کارمن کو پیش کیا جس نے اسے اپنے سر کی زینت بنا دیا۔(ہر بیل کے سر میں ایک پھندنا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیل کا تعلق کس چراہ گاہ سے ہے۔زندہ بیل سے یہ پھندنا چھین کر محبوب کو پیش کرنے والے شخص کو شجاع اور دلیر سمجھا جاتا ہے۔)

بیل نے میرا بدلہ لے لیا۔لوکاس کچھ اس طرح گرا کہ اس کا گھوڑا اس کے سینے پر پڑا تھا اور جنگلی بیل ان دونوں کے اوپر تھا۔میں نے کارمن کو تلاش کیا لیکن وہ پہلے ہی اپنی جگہ سے غائب ہو چکی تھی۔میرے لیے اپنی جگہ سے باہر نکلنے کا راستہ نہ تھا اور مجھے اس مقابلہ کے اختتام پذیر ہونے تک انتظار کرنا پڑا۔پھر میں اس مکان پر گیا جس کے بارے میں آپ پہلے ہی جانتے ہیں۔میں نے وہاں ساری شام اور رات کے کچھ حصے تک انتظار کیا۔صبح دو بجے کا وقت تھا جب کارمن لوٹ آئی اور مجھے دیکھ کر کچھ حیران ہوئی۔

''میرے ساتھ چلو۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔چلو چلتے ہیں۔'' وہ بولی۔

میں اپنے گھوڑے کو لینے گیا، اسے اپنے پیچھے بٹھایا اور ہم ساری رات ایک دوسرے سے بات کیے بغیر چلتے رہے۔ جب صبح کی روشنی پھیلی تو ہم ایک سرائے میں رک گئے جو ایک تنہا مقام پر خانقاہ کے قریب واقع تھی۔ وہاں میں نے کارمن سے کہا:۔

''سنو! میں سب کچھ بھول جاتا ہوں، میں تم سے کسی چیز کا ذکر تک نہیں کروں گا۔ لیکن میرے سامنے ایک قسم اٹھاو۔۔۔ کہ تم میرے ہمراہ امریکہ جاوگی اور وہاں خاموشی سے رہوگی۔''

''نہیں۔'' وہ غصیلے لہجہ میں بولی۔ ''میں امریکہ نہیں جاوں گی۔ میں یہاں ٹھیک ہوں۔''

''صرف اس وجہ سے کہ یہاں تمہیں لوکاس کا قرب میسر ہے۔ لیکن یقین رکھو اگر وہ ٹھیک بھی ہوا تو زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آخر مجھے اس سے لڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تمہارے عاشقوں کو قتل کر کر کے میں تھک چکا ہوں۔ اسی وقت میں تمہیں مار ڈالوں گا۔''

وہ اپنی جنگلی آنکھوں سے میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہی اور پھر یوں بول اٹھیں:۔

''ہمیشہ سے میں سمجھتی رہی کہ تم مجھے مار ڈالو گے۔ پہلی دفعہ تم سے ملنے کے بعد گھر کے دروازے پر ایک پادری سے میری مڈبھیڑ ہوئی۔ اور آج جب ہم قرطبہ سے نکل رہے تھے تو کیا تم نے کچھ نہیں دیکھا؟ ایک ہرن تمہارے گھوڑے کے پاوں کے درمیان سے نکل کر سڑک کے اس پار گئی۔ جان من! یہ قسمت کا لکھا ہے جو ہو کر ہی رہے گا'

''کارمن! کیا اب تم مجھے نہیں چاہتی؟''میں نے پوچھا۔
اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ ایک چٹائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی تھی اور انگلیوں سے زمین پر نشانات بنانے مصروف تھی۔

''کارمن! چلو اپنا طرزِ زندگی بدلتے ہیں۔'' میں نے منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔''یہاں سے دور کسی ایسی جگہ چلتے ہیں جہاں ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں۔تم تو جانتی ہو کہ ہمارے پاس سونے کے ایک سو بیس سکے ہیں جو قریب ہی شاہ بلوط کے درخت کے نیچے دفن ہیں اور پھر ہمیں یہودی بن جوزف سے بھی تو رقم ملنے والی ہے۔''
اس کے ہونٹوں پر تبسم پھیل گئی اور بولی:۔

''پہلے میں (مروں گی) اور پھر تم۔میں جانتی ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔''

''سوچ لو اس بارے میں۔'' میں نے کہا۔''میرے صبر اور حوصلے کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔فیصلہ کرلو۔۔۔ورنہ مجھے فیصلہ کرنا پڑے گا۔''
میں اسے وہاں اکیلا چھوڑ کر خانقاہ کی طرف گیا۔وہاں راہب عبادت میں مشغول تھا۔اس کی عبادت ختم ہونے تک میں انتظار کرتا رہا۔میری بڑی خواہش تھی کہ میں بھی عبادت کرلوں مگر میں ایسا کرنے سے قاصر رہا۔جب وہ اٹھ گیا تو میں اس کے قریب آ گیا۔
''فادر! کیا تم ایسے شخص کے لیے دعا مانگو گے جس کی زندگی سخت خطرے میں ہو؟''

میں نے پوچھا۔

''میں ہر مصیبت زدہ کے لیے دعا مانگتا ہوں۔''اس نے جواب دیا۔

''کیا تم اس روح کی مغفرت کے لیے دعا مانگ سکتے ہو جو جلد ہی اپنے خالق سے ملنے والی ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے میری طرف گھورتے ہوئے کہا۔

چونکہ میرا رویہ کچھ عجیب سا تھا اس لیے اس نے مجھ سے کچھ کہلوانے کی کوشش کی۔

''ایسا لگتا ہے کہ میں نے کہیں آپ کو پہلے بھی دیکھا ہے۔'' اس نے کہا۔

میں نے ایک سکہ اس کی نشست پر رکھا۔

''آپ ماس (ایک مذہبی رسم جس کی بنیاد عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے ایک پیروکار کے ساتھ آخری کھانے پر پڑی) کب ادا کرو گے۔'' میں نے پوچھا۔

''آدھ گھنٹہ بعد۔ سرائے کے محافظ کا بیٹا آ کر اسے شروع کرے گا۔ نوجوان! مجھے بتا دو کیا تمہارے ضمیر پر کسی ایسی بات کا بوجھ تو نہیں جو تمہیں اذیت دے رہی ہو؟ کیا تم ایک عیسائی کی نصیحت سنو گے؟''

میرے لیے اپنے آنسو ضبط کرنا محال تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں واپس آتا ہوں، اور بڑی سرعت سے وہاں سے چلا گیا۔ میں جا کر گھاس پر لیٹ گیا حتیٰ کہ گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ پھر میں گرجا کی طرف گیا لیکن باہر ہی کھڑا رہا۔ جب ماس اختتام تک پہنچا تو میں واپس سرائے چلا آیا۔ مجھے امید تھی کہ کارمن بھاگ چکی ہوں گی۔ وہ میرا گھوڑا لے کر بھاگ سکتی تھی۔ لیکن وہ تا حال وہاں موجود تھی۔ وہ اس وجہ سے نہیں بھاگی کہ کہیں لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ وہ مجھ سے خوفزدہ ہوگئی ہے۔ وہ اس وقت میز پر بیٹھی پانی کے ایک برتن میں

سیسہ کا ایک ٹکڑا ڈال کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ منتر پڑھنے میں اتنی مصروف تھی کہ اسے میری واپسی کا احساس نہ ہوسکا۔ بعض اوقات وہ تھوڑا سا سیسہ نکال کر اداس چہرے کے ساتھ اسے ہر طرف سے گھما گھما کر دیکھتی۔ بعض اوقات وہ جپسیوں کی ملکہ ماریہ پاڈیلا کی روح سے مدد طلب کرنے کے لیے ایک جادوئی گیت گانے لگتی۔

''کارمن! کیا تم میرے ساتھ آؤ گی؟ میں نے پوچھا۔

وہ اٹھی، اپنا کاٹھ کا برتن پھینک دیا اور سر کو سرپوش سے ڈھانپ کر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوئی۔ میں نے گھوڑا تیار کیا، وہ میرے پیچھے بیٹھ گئی اور ہم روانہ ہوئے۔

تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے اس سے پوچھا:۔

''تو میری کارمن! تم میری بات ماننے کے لیے پوری طرح تیار ہو، ایسا ہی ہے نا؟''

اس نے جواب دیا:۔

''ہاں! میں تمہارا کہنا مانوں گی۔۔۔ مرتے دم تک۔ لیکن۔۔۔۔ لیکن اب میں تمہارے

ساتھ مزید زندگی نہیں گزاروں گی۔''

ہم ایک ویران گھاٹی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ میں نے اپنا گھوڑا روک دیا۔

''تو کیا یہی وہ مقام ہے؟'' اس نے کہا۔

بڑی چستی سے وہ نیچے اتری۔ اس نے سرپوش اتار کر اپنے قدموں میں پھینک دیا۔ اپنا ایک ہاتھ کولہے پر رکھ کر وہ ساکت کھڑی ہوگئی اور میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی۔

''تم مجھے مارنا چاہتے ہو، میں خوب سمجھتی ہوں۔'' وہ بولی۔'' یہ قسمت کا لکھا ہے۔لیکن تم مجھے کبھی مطیع نہیں کرسکو گے۔''

میں نے اس سے کہا:۔

''عقل سے کام لو۔میں تمہاری منت کرتا ہوں۔میری بات سنو۔میں ماضی کو بھول چکا ہوں۔تاہم تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تم ہی میری بربادی کی ذمہ دار ہو۔صرف تمہاری وجہ سے میں ایک ڈاکو اور قاتل بنا۔کارمن، میری پیاری کارمن! اپنی جان سے ہاتھ نہ دھووں اور مجھے بھی تباہ نہ کرو۔''

''پیارے جوزے! تم وہی چیز مانگ رہے ہو جو ناممکن ہے۔مجھے اب تم سے محبت نہیں رہی۔تم اب بھی مجھے چاہتے ہو اور اسی وجہ سے میری جان کے دشمن بنے ہو۔اگر میں چاہتی تو تم سے کوئی جھوٹ بول دیتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ہمارے درمیان جو کچھ بھی تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔تم میرے شوہر ہو اور تمہیں اپنی بیوی کو مارنے کا حق حاصل ہے۔۔۔ لیکن کارمن ہمیشہ آزاد رہے گی۔وہ ایک جپسی پیدا ہوئی تھی اور ایک جپسی کی حیثیت سے مرے گی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوکاس کو چاہتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں! میں نے اس کو چاہا ہے۔۔۔جس طرح تمہیں چاہا تھا۔۔۔مثال کے طور پر۔۔۔لیکن شاید میں نے اسے آپ سے کم چاہا۔لیکن اب مجھے کسی چیز سے محبت نہیں رہی۔اور مجھے یہ سوچ کر خود سے نفرت ہونے لگی ہے کہ میں نے تمہیں کیوں چاہا۔''

میں اس کے قدموں میں گر پڑا، میں نے اس کے ہاتھ پکڑے جو میرے آنسووں سے بھیگ گیئے، میں نے اسے وہ تمام خوشگوار لمحات یاد دلائے جو ہم نے اکھٹے گزارے تھے۔میں نے اس کی خوشی کی خاطر مجرمانہ زندگی گزارنے کی پیشکش کی۔۔سب کچھ، جناب میں نے سب کچھ کیا۔میں نے اس کا پیار پانے کے لیے سب کچھ پیش کیا۔

اس نے کہا:۔

''تمہیں دوبارہ چاہوں؟ یہ ممکن نہیں۔تمہارے ساتھ رہوں؟ میں ایسا نہیں کروں گی۔''

میں غصہ سے پاگل ہوگیا۔میں نے اپنا چاقو نکالا۔۔میں چاہتا تھا کہ وہ ڈر کر معافی مانگ لے۔۔لیکن وہ عورت تو ایک خبیث روح تھی۔

میں نے چلاتے ہوئے کہا:۔

''میں آخری بار تم سے پوچھتا ہوں۔کیا تم میرے ساتھ رہو گی؟''

''نہیں،نہیں،نہیں!''اس نے زمین پر پیر پٹختے ہوئے کہا۔

پھر اس نے میری دی ہوئی انگوٹھی کو انگلی سے اتار کر جھاڑیوں میں پھینک دیا۔

میں نے اس پر دو وار کیے۔۔۔میں نے گارسیا کا چاقو پکڑا تھا کیونکہ میرا اپنا چاقو ٹوٹ چکا تھا۔دوسرے وار پر وہ خاموشی سے نیچے گر پڑی۔میں اب بھی اس کی دو بڑی آنکھوں کو اپنی طرف گھورتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔پھر ان کی روشنی دھیمی پڑنے لگی اور پھر ان کے پپوٹے بند ہوئے۔

ایک گھنٹہ تک میں اس کی لاش کے ساتھ پڑا رہا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ کارمن کی کسی جنگل میں دفن ہونے کی بڑی خواہش تھی۔ میں نے چاقو سے اس کی قبر کھودی اور اسے اس میں اتار دیا۔ میں نے دیر تک اس کی انگوٹھی تلاش کی اور آخر اسے پالیا۔ میں نے کراس کے ایک چھوٹے صلیبی نشان کے ہمراہ اس انگوٹھی کو اس کے قبر پر رکھ دیا۔ پھر میں گھوڑے پر سوار ہوا، سرپٹ دوڑتا ہوا قرطبہ گیا اور قریبی محافظ خانے میں گرفتاری دے دی۔ میں نے انھیں بتا دیا کہ میں نے کارمن کو مار دیا ہے لیکن میں نے اس کی قبر کے بارے میں منہ نہیں کھولا۔ وہ راہب ایک پاک شخص تھا۔ اس نے اس کے لیے دعا مانگی تھی۔۔۔ اس نے اس کی روح کے ایصال ثواب کے لیے خصوصی دعا کی تھی۔ آہ بے چاری کارمن! اس کے ذمہ دار جپسی تھے جنہوں نے اس کی پرورش ہی کچھ اس طرح کی تھی۔

باب۴

(یہ باب کہانی کا حصہ نہیں ۔مصنف نے بعد میں اس کا اضافہ کیا تھا)

اسپین کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں وہ خانہ بدوش بڑی تعداد میں پائے

جاتے ہیں، جو پورے یورپ میں بکھرے ہوئے ہیں، اور بوہیمین ، گیتاناس، جپسیز، زیجیونر وغیرہ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں، ۔ان میں سے زیادہ تر لوگ اسپین کے جنوبی اور مشرقی صوبوں، اندلس اور اسٹرامادورا میں، مرسیا کی مملکت میں رہتے ہیں، یا اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ کاتالونیا میں ان کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ موخرالذکر اکثر فرانس میں داخل ہوتے ہیں اور جنوب میں منعقد ہونے والے میلوں میں نظر آتے ہیں۔ مرد عموماً خود کو سائیس، گھوڑوں کے ڈاکٹر، خچروں کے بال تراشنے والے کہتے ہیں۔ان کاموں کے علاوہ وہ دیگچیوں اور پیتل کے برتنوں کی مرمت کرتے ہیں، اسمگلنگ اور دیگر غیر قانونی کاموں کا تو ذکر کیا۔خواتین قسمت کا حال بتاتی ہیں، بھیک مانگتی ہیں اور ہر طرح کی منشیات بیچتی ہیں، ان میں بعض معصوم ہوتی ہیں اور بعض قصوروار۔

جپسیوں کی جسمانی خصوصیات واضح نظر آتی ہیں جن کا دیکھنا آسان اور بیان کرنا مشکل ہے، اور جب آپ کسی ایک کو جان لیتے ہیں تو پھر آپ ہزار لوگوں میں موجود اس نسل کے ایک فرد کو پہچان لینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ چہرے کی ساخت اور تاثرات کی وجہ سے وہ اپنے ملک کے دوسرے باشندوں سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ان کی رنگت حد سے زیادہ سانولی ہوتی ہے۔ وہ اس علاقہ کے دوسرے مکینوں کی نسبت زیادہ سیاہ رنگت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ اکثر خود کو کالی cale یعنی سیاہ فام کہتے ہیں۔ان کی آنکھیں ترچھی، بڑی، زیادہ کالی اور لمبی گھنی پلکوں میں چھپی ہوتی ہیں۔ان کی نظر کا موازنہ جنگلی مخلوق سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ان سے بیک وقت دلیری اور شرم وحیا جھلکتی ہے، اور اس لحاظ سے ان کی

آنکھیں ان کے قومی کردار کی آئینہ دار ہوتی ہیں، جو ہوشیار، بے باک، لیکن پینرج panurge کے کردار کی مانند "ضرب کاری کے قدرتی خوف" سے معمور ہوتی ہیں۔ان کے مرد زیادہ تر مضبوط اور متحرک ہوتے ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں نے کبھی موٹا جپسی دیکھا ہو۔

جرمنی میں جپسی خواتین اکثر بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔لیکن ہسپانوی جپسیوں میں حسن کا وجود مفقود ہے۔ عالم شباب میں وہ اپنی بدصورتی کے باوجود دلکش نظر آتی ہیں، لیکن مائیں بننے کے بعد وہ مکروہ بن جاتی ہیں۔ دونوں جنسوں کی گندگی ناقابل یقین ہے، اور جس نے جپسی میٹرن کے بال نہیں دیکھے ہیں تو وہ اس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا۔ اگر وہ سب سے کھردرے، چکنے، اور سب سے زیادہ دھول سے اٹے سروں کا تصور بھی کر لے تو پھر بھی وہ نہیں سمجھ سکتا۔

اندلس کے کچھ بڑے شہروں میں کچھ جپسی لڑکیاں ۔۔۔ جو اپنے ساتھیوں سے کچھ اچھی نظر آتی ہیں ۔۔ بناو سنگھار کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔ وہ میلوں ٹھیلوں میں جا کر اس قسم کا رقص کر کے، جس کی عوامی رقص گاہوں میں ممانعت ہے، روزی روٹی کماتی ہیں۔ مسٹر برو نامی ایک عیسائی مبلغ، جس نے ہسپانوی جپسیوں پر دو کتابیں لکھیں اور ان کا مذہب تبدیل کیا، اس نے لکھا ہے کہ اس کی نظروں سے کبھی ایسی جپسی لڑکی نہیں گزری جس نے اپنے قبیلے کے سوا کسی اور مرد کے لیے کوئی کمزوری دکھائی ہو۔ وہ ان کی عصمت کی جو تعریف کرتا ہے اس میں مجھے زیاد مبالغہ آرائی نظر آتی ہے۔اول تو یہ کہ ان میں اکثریت ایسی بدصورت

خواتین کی ہے جو اویڈ کے اس قول پر پورا اترتی ہیں کہ Casta quam nemo rogavit۔یعنی پاک دامن خاتون وہ ہے جسے کوئی گھاس نہیں ڈالتا۔

جہاں تک حسین لڑکیوں کا تعلق ہے تو وہ تمام ہسپانوی خواتین کی طرح اپنا عاشق چننے میں جوش سے کام لیتی ہیں۔ان کا دل موہ لینا پڑتا ہےاوران کی کرم نوازی حاصل کرنی پڑتی ہے۔مسٹر بروان کی پاک دامنی کے ثبوت میں ان کی ایک خصلت کا ذکر کرتا ہے جوخود اس کی سادگی پر دلالت کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ اس کے جاننے والے ایک بدکردار شخص نے ایک حسین جپسی لڑکی کوسونے کے کچھ سکے پیش کیے۔لیکن اس نے لینے سے انکار کیا۔جب میں نے ایک ہسپانوی کو یہ پرلطف بات بتائی تو اس نے کہا کہ اگر وہ بدکار شخص اس کی بجائے دوتین کیک پیش کرتا تو وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوجاتا۔ایک جپسی لڑکی کوسونا دے کر قائل کرنے کا یہ طریقہ بالکل ایسا ہی ناقص تھا جیسا شراب خانے میں موجود ایک رنڈی سے چندلاکھ کا وعدہ کرنا۔البتہ اس بات سے انکار نہیں کہ جپسی اپنے شوہر کی بہت وفادار ہوتی ہے۔ضرورت کے وقت وہ اپنے شوہر کی خاطر ہر خطرے اور مصیبت کو گلے لگالیتی ہے۔ایک نام جوجپسی اپنے لیے استعمال کرتے ہیں وہ ہے rome،جس کا مطلب ہے شادی شدہ جوڑا۔میرے خیال میں یہ ان کی بحیثیت قوم ازدواجی حیثیت کی تعظیم کا ثبوت ہے۔ان کی سب سے بڑی خوبی ”نسلی وفاداری“ ہے۔۔۔جب ان کی اپنے ہم نسل لوگوں سے وفاداری، باہمی تعلقات، امداد باہمی اور باہمی رازداری کی بات کی جائے۔وہ غیر قانونی معاملات میں بھی ایک دوسرے کی ایسی پشت پناہی کرتے ہیں۔

چند ماہ قبل مجھے ویجیز کے علاقے میں ایک جپسی قبیلے میں جانے کا موقع ملا۔ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں، جو قبیلے کی سب سے معمر رکن تھی، میری ایک جپسی سے ملاقات ہوئی جس کا تعلق کسی بھی طرح اس خاندان سے نہیں تھا۔وہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ ہسپتال میں اس کی اچھی دیکھ بھال ہو رہی تھی لیکن وہ صرف اس لیے وہاں سے بھاگا کہ وہ اپنوں کے درمیان مرنا چاہتا تھا۔وہ تیرہ ہفتوں تک ان کے خیمے میں بستر پر پڑا رہا اور اس قبیلے کے اپنے لوگوں سے اس کا علاج کہیں بہتر ہو رہا تھا۔پیال اور کائی سے اس کا بستر تیار کیا گیا تھا۔اس کے اوپر سفید چادر ڈالی گئی تھی جبکہ اس کنبے کے گیارہ افراد تین فٹ لمبے تختوں پر سوتے رہے۔یہ تھی ان کی مہمان نوازی۔یہی عورت جو دل سے اس مہمان کا علاج کر رہی تھی ،بار بار اس کے سامنے مجھ سے کہتی ،''یہ بہت جلد مرنے والا ہے۔'' چونکہ یہ لوگ مصائب سے بھرپور اذیت ناک زندگی گزارتے ہیں اس لیے موت کے ذکر سے وہ ڈرتے نہیں۔

جپسیوں کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ وہ مذہب سے لاتعلق رہتے ہیں۔ایسا نہیں کہ ان کے ذہن بہت مضبوط ہیں یا وہ شکی مزاج ہیں۔انہوں نے ہمیشہ الحاد سے اپنا دامن بچایا ہے۔جس ملک میں ڈیرہ ڈالتے ہیں تو اس کا مذہب اپنا لیتے ہیں۔ جب کسی دوسرے ملک کا رخ کرتے ہیں تو وہاں کا مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔وہ ان توہمات سے آزاد ہیں جو بے ہودہ لوگوں کے اذہان میں پیدا ہو کر مذہبی جزبات کی جگہ لے لیتے ہیں۔توہمات بھلا ایک ایسی قوم میں کیسے پنپ سکتے ہیں جو دوسروں کی ضعیف الاعتقادی

سے فائدہ اٹھا کر روزی کماتے ہو؟

تاہم میں نے دیکھا ہے کہ ہسپانوی جپسی لاش کو چھونے سے ڈرتے ہیں۔اگر ان کو پیسے بھی دیے جائیں تو پھر بھی وہ لاش کو قبرستان لے جانے پر راضی نہیں ہوتے۔

میں پہلے ہی بتا چکا کہ زیادہ تر جپسی خواتین قسمت کا حال سناتی ہیں۔وہ یہ کام کامیابی سے کرتی ہیں۔لیکن تعویذ اور محبت کے گنڈے بیچ کر بھی وہ خوب کمائی کرتی ہیں۔ چنچل دلوں کو قابو میں لانے کے لیے وہ نہ صرف مینڈکوں کے پنجے اور جذبات سے خالی دلوں میں محبت کی آگ بھڑکانے کے لیے سنگِ مقناطیس فراہم کرتی ہیں بلکہ بوقتِ ضرورت وہ منتروں کا استعمال بھی کرتی ہیں۔اس کی مدد سے وہ شیطان سے مدد طلب کرتی ہیں۔ایک سال قبل ایک ہسپانوی خاتون نے مجھے یہ کہانی سنائی۔ایک دن وہ ایک گلی سے گزر رہی تھی۔اس وقت وہ بہت اداس اور پریشان تھی۔فٹ پاتھ پر بیٹھی ایک جپسی خاتون نے اسے آواز دی۔"اے حسین خاتون! تمہارے عاشق نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔(وہ سچ کہہ رہی تھی۔) کیا میں اسے واپس تمہارا بنا دوں؟" قارئین تصور کر سکتے ہیں کہ کتنی خوشی سے اس کی تجویز منظور کی گئی ہو گی اور یہ کہ اس نے عورت کو کس اعتماد سے یہ باور کرایا اور کس طرح وہ دلوں کے بھیدوں سے واقفیت رکھتی تھی۔چونکہ میڈرڈ کی پرہجوم گلیوں میں جادوٹونے کا عمل کرنا ممکن نہ تھا اس لیے اگلے روز ملنے کا فیصلہ کیا گیا۔"تمہارے ہرجائی کو تمہارے پاس لانے سے دوسرا آسان ترین کام نہیں۔" جپسی نے کہا۔"کیا تمہارے پاس اس کا دیا ہوا رومال، گلوبند یا اوڑھنی موجود ہے؟"۔اسے ایک ریشمی گلوبند دیا گیا۔"اب گلوبند کے کونوں

میں معمولی سکے ڈال کر ریشم سے سی دو اور درمیان میں سونے کا سکہ سی دو۔'' سب سکے اسی طرح سی دیے گئے جیسا اس نے بتایا تھا۔

''اب یہ گلوبند میرے حوالہ کر دو۔ آدھی رات کا گجر بجتے ہی میں اسے کیمپو سانٹو لے جاوں گی۔ اگر تم کچھ عمدہ جادو دیکھنا چاہتی ہو تو میرے ساتھ آو۔ میرا وعدہ ہے کہ محبوب کل تمہارے قدموں میں ہوگا۔'' جپسی اکیلی ہی کیمپو سانٹو کی طرف چلی کیونکہ میری ہسپانوی دوست اس کے ساتھ جا کر جادو کے عمل سے ڈرتی تھی۔ اب میں یہ قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ خود اندازہ لگالیں کہ آیا اس بیچاری خاتون کو اپنا محبوب یا اپنا گلوبند واپس ملا کہ نہیں۔

غربت اور نفرت کے باوجود جاہل لوگ جپسیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جپسی اس بات پر بہت فخر بھی کرتے ہیں۔ وہ خود کو ذہانت میں ان لوگوں سے اعلیٰ سمجھتے ہیں اور اپنے میزبانوں سے دل میں خوب نفرت بھی کرتے ہیں۔

''یہ برائے نام شرفاء کتنے احمق ہیں۔'' ایک جپسی نے مجھے بتایا۔'' ان کو الو بنانا کوئی مشکل کام نہیں۔ کل ایک دہقان خاتون نے مجھے گلی میں آواز دی۔ میں اس کے گھر گئی۔ اس کے چولہے سے دھواں نکل رہا تھا۔ اس نے مجھ سے اس کو ٹھیک کرنے کے لیے تعویذ مانگا۔ پہلے تو میں نے اس سے گوشت کی ایک بڑی بوٹی مانگی اور پھر رومانی میں کچھ الفاظ بڑبڑانے لگی۔ میں نے کہا'' تم ایک احمق ہو، تم احمق پیدا ہوئی تھی اور مرتے دم تک احمق ہی رہو گی۔'' جب میں نکلنے لگی تو میں نے اس سے جرمن زبان میں کہا،'' چولہے کو دھویں سے محفوظ رکھنے کا یقینی

طریقہ یہ ہے کہ اس میں سرے سے آگ ہی نہ جلاؤ۔'' اور میں سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگ نکلی۔''

جپسی قوم کی تاریخ آج بھی ایک معمہ ہے۔ درحقیقیت ہم اتنا جانتے ہیں کہ ان کی پہلی ٹولیاں، جو معدودے چند ہی تھیں، پانچویں صدی کے آغاز میں مشرقی یورپ میں نظر آئی تھیں۔ لیکن کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کب اور کیسے یورپ پہنچے اور اس سے بھی زیادہ غیر معمولی بات یہ ہے کہ مختصر وقت میں بے شمار ممالک میں ان کی تعداد اتنی کیسے بڑھی جب کہ وہ ممالک ایک دوسرے سے خاصے دور تھے۔ جپسیوں نے اپنی جنم بھومی کے حوالے سے کوئی روایت محفوظ نہیں کی ہے اور اگر چہ ان میں سے اکثر مصر کو اپنا آبائی وطن قرار دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نسل سے متعلق ایک بہت قدیم قصہ سے یہ خیال اخذ کیا ہے۔

جپسی زبان کا مطالعہ کرنے والے کئی مستشرقین کے خیال میں اس نسل کا گہوارہ ہندوستان میں تھا۔ درحقیقت ایسا لگتا ہے کہ جپسی زبان کے اکثر الفاظ کے ماخذ، قواعد کی شکلیں اور محاورے سنسکرت الاصل ہیں۔ جیسا کہ ہم چشم تصور سے دیکھ سکتے ہیں کہ جپسیوں نے اتنا عرصہ گھومنے پھرنے کے دوران بے شمار غیر الفاظ کو اپنا لیا ہے۔ جپسیوں کی کئی بولیوں میں بے شمار یونانی الفاظ ملتے ہیں۔

موجودہ دور میں جپسی تقریباً اتنی ہی بولیاں بولتے ہیں جتنے ان کے الگ الگ نسلی گروہ ہیں۔ وہ جس علاقے میں بودوباش کرتے ہیں تو اپنے محاوراتی زبان سے کہیں زیادہ

آسانی سے وہاں کی زبان بولتے ہیں۔ وہ اپنی مخصوص محاوراتی زبان صرف اجنبیوں کی موجودگی میں بولتے ہیں۔ جرمن جپسیوں اور ہسپانوی جپسیوں۔۔۔ جن کا صدیوں تک باہمی رابطہ نہ تھا۔۔۔ کی بولیوں کے موازنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں بولیوں میں مشترک الفاظ کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ لیکن مختلف علاقوں میں باامری مجبوری بڑی زبانوں سے ان کی بولیوں نے گہرا اثر قبول کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طرف جرمن زبان اور دوسری طرف ہسپانوی زبان نے رومانی (جپسی) زبان کی ساخت کچھ ایسے بدل کر رکھ دی ہے کہ جرمنی کے بلیک فارسٹ میں رہنے والے ایک جپسی کے لیے اپنے اندلیسی بھائی کے ساتھ گفتگو کرنا ممکن نہیں، اگرچہ دونوں طرف سے چند جملے ہی انہیں یہ باور کرانے کے لیے کافی ہیں کہ دونوں ایک ہی زبان کی دو الگ بولیاں بول رہے ہیں۔ ان سب کے ذخیرہ الفاظ میں ''پانی'' کا مطلب water، منرو کا مطلب روٹی، ماس کا مطلب گوشت اور لون کا مطلب نمک ہے۔

اسی طرح گنتی کے لیے مستعمل اسماء بھی ہر جگہ تقریباً ایک جیسے ہیں۔ مجھے جرمن بولی ہسپانوی بولی کے مقابلے میں زیادہ خالص نظر آتی ہے کیونکہ اس میں قدیم قواعد کی شکل کے اعداد محفوظ رکھے گئے ہیں جبکہ ہسپانوی جپسیوں نے کاسٹیلین زبان کے اعداد اپنا لیے ہیں۔ تاہم چند الفاظ اس سے مستثنٰی ہیں، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ پہلے ان کی زبان مشترک تھی۔ جرمن بولی میں ماضی مطلق کا صیغہ فعل امر کے ساتھ ium لگانے سے بنتا ہے جو ہمیشہ فعل کی بنیاد ہوتا ہے۔ جبکہ ہسپانوی جپسی زبان میں فعل کی گردان میں کاسلانی (کاسٹیلین)

زبان کی پیروی کی جاتی ہے۔مثال کے طور پر

Jamar کھانا

Jame میں کھا چکا

Liller لینا

Lille میں لے چکا

تاہم بعض جپسی قدیم طرز کے مطابق Jayon اور Lillon ہی بولتے ہیں۔اس کے علاوہ مجھے کسی ایسے فعل کا نہیں پتہ جوان کی طرح قدیم شکل میں موجود ہو۔

جپسیوں کی زبان سے میری تھوڑی بہت واقفیت تو آپ نے دیکھ لی اب میں کچھ ایسے فرانسیسی سلینگ الفاظ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو ہمارے چوروں نے جپسیوں سے لی ہیں۔مثال کے طور پر Chourin (چھری) کا مطلب ہے چاقو۔یہ خالص جپسی لفظ ہے۔تمام جپسی بولیوں میں چاقو کے لیے یہی لفظ مستعمل ہے۔موسیو ویدوق گھوڑے کے لیے gres کا نام استعمال کرتا ہے۔۔۔یہ بھی جپسی لفظ ہے۔۔۔ ,gras, gre graste اور gris۔اسی طرح کا ایک اور لفظ Romanichel بھی ہے جو جپسیوں کے لیے بولا جاتا ہے۔یہ جپسی زبان کے Romane tchave کی بگڑی ہوئی صورت ہے جس کا مطلب ہے جپسی لڑکے۔ اشتقاق کا ایک ٹکڑا جس پر مجھے فخر ہے وہ لفظ Frimousse سے متعلق ہے جس کا مطلب ہے چہرہ۔یہ ایسا لفظ ہے جسے سکول کا بچہ بچہ استعمال کرتا ہے۔اوڈین نے ۱۶۴۰ء میں اپنی

ڈکشنری میں لفظ Firlimouse کو استعمال کیا تھا۔جپسی زبان میں firla یا fila کا مطلب ہے چہرہ۔ایک جپسی کے سامنے جب firlamui کا لفظ استعمال کیا گیا تو وہ فوراً اس کا مفہوم سمجھ گیا اور یہی جپسی زبان کی اصل روح ہے۔

یقیناً میں نے اتنا کچھ کہہ دیا ہے جس سے کارمن کے قارئین کو جپسیوں سے متعلق کچھ اندازہ ضرور ہوا ہوگا۔میں موقع کی مناسبت سے ایک ضرب المثل سے اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ ’’بند ہونٹوں کے درمیان سے کوئی مکھی نہیں گزر سکتی۔‘‘

اورنگ زیب قاسمی کی دیگر کتب

جین ایئر ترجمہ

یونانی اساطیر کے دلچسپ واقعات

مغربی ادب کی تحریکیں

ادبی تھیوری (بنیادی تصورات اور مباحث)

یونانی اساطیر کے دیوی دیوتا

مترجم کے بارے میں

اورنگ زیب قاسمی خیبر پختونخواہ، ضلع مردان، تحصیل کاٹلنگ کے قاسمی نامی گاوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یکم ستمبر ۱۹۸۰ء کو اسی علاقہ میں آنکھ کھولی۔ گورنمنٹ ہائی سکول قاسمی سے میٹرک اور اسلامیہ کالج پشاور سے ایف ایس سی کیا۔ اردو، انگریزی اور تعلیم میں ماسٹرز کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد محکمہ ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے پی کے میں بطور ماہر مضمون شمولیت اختیار کی۔ آج کل سینئر سبجیکٹ سپشلسٹ کے عہدے پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔